جنوری 88
(شمارہ 5)

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (القرآن الکریم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا

اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ (حدیث شریف)

مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے

ماہنامہ المرشد چکوال

بیادِ

شیخ العرب والعجم صدیق دوراں مجدد طریقت مجتہد فی التصوف بحر علوم شریعت

امام اولیاء شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ حضرت العلام فلزم فیوض برکات

اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

دار العرفان منارہ ضلع چکوال

المرشد

دارالعرفان - منارہ، ضلع چکوال

جلد ۹ | جمادی الاوّل ۱۴۰۸ھ - جنوری ۱۹۸۸ء | شمارہ ۵

اس شمارہ میں

- اداریہ ــــــــ ۲
- اسرار التنزیل ــــــــ ۳
  (حضرت المکرم) ــــــــ
- عظمتِ حرمین شریفین ــــــــ ۱۶
  (حضرت محمد اکرم مدظلہ العالی) ــــــــ
- دعوت الی اللہ کی برکات ــــــــ ۳۴
  (حضرت المکرم) ــــــــ
- اسلام پوری زندگی پر محیط ہے ــــــــ ۴۱
  (حضرت محمد اکرم مدظلہ العالی) ــــــــ

بیاد

حضرت العلام مولانا

اللہ یار خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سرپرست

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہٗ

مدیرِ مسئول

پروفیسر حافظ عبدالرزاق

(ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی)

مدیرانِ اعزازی

ابوطلحہ

ملک عبدالغفار

بدل اشتراک

چندہ سالانہ ــــ ۷۵ روپے

ششماہی ــــ ۴۰ روپے

فی پرچہ ــــ ۷ روپے

سول ایجنٹ

اویسیہ کتب خانہ

الوہاب مارکیٹ - اردو بازار لاہور

خطاطی: سعید احمد، ٹاؤن شپ لاہور

طابع وناشر: حافظ عبدالرزاق ● مطبوعہ: شرکت پرنٹنگ پریس لاہور ● مقامِ اشاعت: دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال

اداریہ

نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوضات دو طرح سے تقسیم ہو رہے ہیں۔ ایک تعلیمات آقائے نامدارؐ اور دوسرے برکاتِ رسول اللہؐ۔ تعلیمات کی رسائی انسانی ذہن تک محدود ہے جبکہ برکات دلوں کو مسخر کر دیتی ہیں۔ یہ برکاتِ صحبت سینہ بہ سینہ اُمّتِ مرحومہ میں منتقل ہوتی رہیں۔ اسلامی دنیا میں آج کا ہمہ گیر بحران اِن برکات کا فقدان ہے ورنہ تعلیمات کے لیے تو اتنے ذرائع تبلیغ موجود ہیں جو اس سے پہلے کبھی نہ تھے لیکن اس کے باوجود ہر مسلمان معاشرہ تنزل کا شکار ہے اور حالات روز بروز بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔

ہماری اصلاح صرف اور صرف اِس میں ہے کہ ہم حصولِ برکات کے لیے اپنی جملہ صلاحیتیں وقف کر دیں اور المرشد اِس دعوت کا علمبردار ہے۔

(مدیر)

اسرارُ التنزیل

(حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ العالی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ
وَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ ؕ
اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ۙ
...... وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا

(سورہ احزاب: ۱تا۵)

ترجمہ: اے پیغمبر ؐ اللہ سے ڈرتے رہنا اور کافروں اور منافقوں کا کہا نہ ماننا۔ بے شک اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

سورۂ احزاب شروع ہوتی ہے ان آیاتِ کریمہ کے ساتھ — اور قرآن کریم کا ہر لفظ یوں تو اپنے اندر معنی کا ایک سمندر رکھتا ہے اور ہر آیت اتنی جامع ہے کہ زندگی کے تمام مسائل کو ایک آیت کفایت کرتی ہے — یہاں ان آیاتِ کریمہ میں ایک بڑا عجیب اور ایک بڑا نرالا مسئلہ ارشاد ہوا ہے — ہماری نگاہ انسان کے ظاہر پر ہوتی ہے۔ ہم ہر اس شخص کا اعتبار کر لینے پہ مجبور ہوتے ہیں جو ہمیں کہتا ہے کہ میں بڑا ہوں — لیکن اللہ کے نزدیک محض زبانی دعوے کی کوئی قیمت نہیں — زبان سے کوئی بے شک کہتا رہے کہ میں مسلمان ہوں۔ میں مومن ہوں میں ایماندار ہوں۔ خدا پر یقین ہے آخرت پر یقین ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر یقین ہے۔ جب تک یہ باتیں اس کے دل میں جاگزیں نہ ہوں۔ اس کا دل ان باتوں کا اقرار نہ کرے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مسلمان نہیں ہے۔ خداوند کریم نے ایسے لوگوں کا ذکر کفار کے ساتھ کیا ہے یا ان کا مقام کافرین کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے اور جو کفر ہی کی ایک قسم ہے

اے میرے نبی اللہ جلّ شانہٗ کی حیا ہمیشہ غالب رہے اور کبھی بھی کافر اور منافق کی بات پر کان نہ دھریے اُس کی بات نہ سنیے اُن کا کہا نہ مانیے اور یہ کہا جا رہا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو جن کے گرد اگرد دنیا بھر کا کفر جمع ہے اور روئے زمین پر بڑی بڑی سلطنتیں ہیں کافروں کی بڑی بڑی حکومتیں ہیں۔ خود اس ماحول میں اُس معاشرے میں کفر چھایا ہوا ہے اور بڑے بڑے طاقتور لوگ۔ بڑے بڑے طاقتور قبیلے کفر کی لپیٹ میں ہیں لیکن اللہ کریم فرماتے ہیں ان کی بات پر آپ توجہ نہ دیں۔

پھر کافر تو وہ ہوا جس نے کھلا انکار کر دیا۔ ساتھ میں منافق کو بھی رکھا ہے۔ اور منافق وہ ہوتا ہے جو بظاہر ضروریاتِ دین کا اقرار کرے اُن پر عمل پیرا ہو اور مسلمانوں کی طرح اعمال بھی کرے لیکن اُس کا دل یقین نہ رکھتا ہو کسی ظاہری لالچ میں آ کر کسی دنیوی مفاد میں آ کر وہ یہ باتیں کرتا ہو حقیقتاً اُس کا یقین اُس پر نہ ہو۔۔۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا اللہ کریم تو جاننے والا بھی ہے اور دانا تر بھی ہے۔

یہاں ایک بات اور سمجھنے کی ہے کہ جب اللہ کریم نے منافقین کی بات نہ سننے کا حکم اپنے پیامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تو یقیناً خدا جو جاننے والا بھی ہے اور حکیم بھی ہے اس نے حضور ص کو منافقین کے بارے مطلع فرما دیا ہوگا۔ اور یہ الفاظ جو اس کے بعد آتے ہیں منافقین کی بات اگر حضور ص نے نہیں سُننی تو کیا خبر کون منافق ہے۔ مَیں اور آپ کسی کے نفاق کا فتوٰی نہیں دے سکتے۔ ہمارے سامنے سب برابر ہیں جو بھی کہتا ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہم اسے مسلمان سمجھتے ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ نیک ہوگا۔ اچھا آدمی ہوگا لیکن اللہ کریم فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ط خدا خوب جانتا ہے اور وہ حکیم ہے۔ اس نے سارے لوگوں کے لیے منافقین کی پردہ دری نہیں فرمائی یہ اس کی اپنی حکمت ہے اور اپنے پیامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی بات نہ ماننے کا حکم دے دیا۔ جب تو حضور ص کو یقیناً منافقین کے نام کی حیثیت اُن کی ذات کا علم بھی عطا فرما دیا اور بیشتر صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بلکہ عام صحابہ بھی منافقین کے ناموں سے واقف تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُن کر۔

یہاں ایک مسئلہ بڑا عجیب ہے جس کے لیے مَیں یہ چاہتا ہوں کہ ہمارے ذہن میں آ جائے۔ دنیا میں سب سے عظیم تر مقام ہدایت اور ہدایت

کا منبع اور مصدر ہوتا ہے اللہ کا نبی اور رسول۔ اور پھر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس وہ مینارِ نور ہے جس سے نبی اور رسول بھی روشنی حاصل کرتے ہیں۔ لیکن جب تک دل کی دنیا صاف نہ ہو دل اغراض دنیاوی سے پاک نہ ہو، آپؐ سے بھی استفادہ نہیں ہو سکتا۔

منافق کون ہوتا ہے جو دنیا کا کوئی فائدہ حاصل کرنے کے لیے دین کو ذریعہ بنائے یعنی دین کو حق سمجھ کر کلمہ نہیں پڑھتا۔ بلکہ منافق کے دل میں یہ بات ہوتی ہے کہ یہ حق نہیں ہے لیکن میں ان لوگوں کے سامنے حق کہوں گا۔ کیونکہ میرا ان سے کام ہے۔ مجھے ان سے فلاں غرض ہے۔ یا اسلامی سلطنت بن رہی ہے تو ہمیں بھی اس میں سے کچھ حصہ مل جائے گا۔ مسلمان مجاہدین جب فاتح ہو کر لوٹتے ہیں غنیمت بٹتی ہے تو اُس میں سے حصہ ملے گا۔ مسلمانوں کی ریاست میں رہنتے تھے تو خدا کے لیے نہیں آخرت کے لیے نہیں پیامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صداقت کے لیے نہیں اپنے دنیوی مقاصد کے لیے ایمان کا دعویٰ رکھتے تھے اور اُس میں وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ مل کر عمل بھی کرتے تھے۔ نمازیں پڑھتے تھے باجماعت پڑھتے تھے۔ روزے رکھتے تھے عبادات میں تو منافق زیادہ اہتمام کرتے تھے کہ ہمیں سستی کرتا ہوا معلوم نہ کر لیں اور پتہ نہ چل جائے کہ یہ منافقین ہیں۔ اس کے باوجود انہیں کوئی فائدہ نہ ہوا کہ بظاہر لوگوں نے سمجھا صحابی ہیں لوگوں نے سمجھا کہ حضورؐ کے خادم ہیں لوگوں نے سمجھا کہ مومن ہیں۔ بڑے اچھے لیکن رہے کافر کے کافر بلکہ دوسرے کفار کی نسبت خدا نے انہیں بدتر بتایا۔

اسی طرح یقین رکھیے جب ہم اہل اللہ کے پاس جاتے ہیں۔ کسی کو نیک سمجھ کر جاتے ہیں۔ کسی سے اللہ اللہ سیکھنے جاتے ہیں تو اگر دل میں یہ خواہش ہو کہ اس طرح ان کے ساتھ ملنے سے مجھے کوئی عہدہ مل جائے گا یا مجھے کوئی دنیوی فائدہ پہنچ جائے گا۔ یا کم از کم میں بھی اِن کی طرح پیر ہی بن جاؤں گا۔ معتبر بن جاؤں گا یا دوسروں پر میری بڑائی ظاہر ہو گی۔ لوگ مجھے بڑا سمجھیں گے۔ تو وہ اگر ہزاروں برس بھی ان خواہشات کو لے کر بڑے سے بڑے ولی اللہ کی خدمت میں بیٹھا رہے جب اُٹھے گا کورے کا کورا ہو گا بلکہ ایسے لوگوں سے بدتر ہو گا جو اُس شخص کی ولایت کے ہی منکر تھے اور کبھی اسے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ کیوں، جب دل تصدیق نہ کرے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت میں

رہنے والے منافق رہ سکتے ہیں تو بظاہر ولی یا نیک کہلوانے والے خالی رہ جائیں تو اس میں کیا عجب ہے۔

جب تک کوئی اپنے دل کو صاف کر کے خالی کر کے صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے صرف اور صرف حضور صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کی خوشنودی کے لیے صرف اور صرف آخرت کے لیے ساری دنیا سے فارغ ہو کر محض اللہ کے لیے اللہ اللہ نہیں کرے گا تو اُسے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ اللہ کرنے سے دنیا کے بھی بڑے کام سنورتے ہیں لیکن کرنے والے کا مقصد دنیا نہ ہو خواہ دنیا کے کام سنوریں اللہ اللہ کرے اور خواہ بگڑنا شروع ہو جائیں۔ تو بھی اللہ اللہ کرے۔ اُس کا مقصد دنیا نہیں آخرت ہے۔ مراد دُنیا نہ ہو اللہ کی خوشنودی ہو۔ دنیا نہ ہو نبی کریم صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کا قرب ہو۔ جب مقصد یہ ہوگا تو محنت رنگ لائے گی۔ انشاء اللہ کوئی شخص خالی نہیں رہ سکتا لیکن اگر مقصد بدل جائے۔ مقصد یہ نہ ہو تو پھر جن کے دل سیدھے نہ ہوئے ان کو جب محمد رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی ذاتِ گرامی سے کوئی فائدہ نہ ہو سکا تو دنیا میں کوئی دوسرا ایسا شخص نہیں ہے جو اُن کو فائدہ پہنچا سکے۔ ولی کی حیثیت ہی وہاں کیا ہے کوئی دوسرا نبی بھی اُسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا جو حضور صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم سے حاصل نہ کر سکا۔ اس کے لیے کوئی دوسرا دروازہ نہیں ہے۔

تو ارشاد ہوا وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ (سورہ احزاب ۲) "اے میرے نبی جو کچھ اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوئی اُس کی پوری پوری اطاعت کیجئے۔ اس کی تکمیل کے لیے کوشاں رہیے۔ اُس بات پر عمل کیجئے"۔ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ کہ خداوندِ عالم جو عمل بھی تم کرتے ہو اُس سے باخبر ہے۔ ہر ایک کے اعمال کو ہر ایک کے کردار کو ہر ایک کے ارادوں کو وہ خود دیکھ رہا ہے۔ فرمایا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ رہ گئی یہ بات کہ خدا کے پاس طاقت ہے اقتدار ہے وقار ہے۔ دولت ہے تو کسی بات سے دب کر اللہ کی اطاعت کو چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اُسی پر بھروسہ کریں جس کی آپ اطاعت کر رہے ہیں وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ پر بھروسہ رکھیں وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا وہ بہت بڑا کارساز ہے۔ جب وہ حفاظت کرتا ہے تو موسیٰ علیہ السّلام کی تربیت کا کام فرعون سے لیتا ہے۔ وہ ایسا قادر ہے کہ آگ کو گلزار بنا دے اور پانی کو کسی کے لیے

موت کا پیغام بنا دے۔

اب آگے پھر اُسی کی طرف پلٹتی ہے بات فرمایا مَا جَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِہٖ ج (سورہ احزاب : ۴) خداوند عالم نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں رکھے۔ ہر شخص کے سینے میں ایک ہی دل ہے اور ایک وقت میں وہ ایک ہی کے لیے ہو سکتا ہے۔ خدا کے لیے یا مخلوق کے لیے — اور یہ یاد رکھیں جو لوگ اللہ کے لیے عبادت کرتے ہیں یا اللہ کے لیے محنت کرتے ہیں وہ دنیا کے کام چھوڑ نہیں دیتے۔ یا اُن کی دنیوی ضروریات ختم نہیں ہو جاتیں۔ اُنہیں بھوک بھی لگتی ہے کپڑا بھی پہنتے ہیں کاروبار بھی کرتے ہیں تجارت بھی کرتے ہیں شادی بھی کرتے ہیں گھر بھی ہوتا ہے سب کچھ ہوتا ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ مقصد دکان یا تجارت یا ملازمت یا دولت جمع کرنا نہیں ہوتا۔ مقصد حصول رضائے باری ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی ایسا موقع بن جائے کہ خدا کی عبادت چھوٹ رہی ہو اور دوسری طرف دولت کا یا دنیا کا نقصان ہو رہا ہو تو جب دو میں سے ایک کو چننا پڑے تو وہ اللہ کی اطاعت کو منتخب کرتے ہیں اور خدا کی نافرمانی نہیں کرتے — اور دنیا دار جو ہوتا ہے وہ خدا کو چھوڑ دیتا ہے اور دنیاوی مفاد کو حاصل کرتا ہے۔ یہ فرق ہوتا ہے دونوں میں۔ بانی کھانا پینا۔ اُٹھنا۔ بیٹھنا۔ سونا جاگنا سب کے ہاں ایک جیسا ہوتا ہے۔ اُن کا مقصد اللہ کی اطاعت ہوتا ہے۔

یاد رکھیں ہمارے نزدیک ہماری جان قیمتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ جان جائے گی یا دولت کسی کو راستے میں ڈاکو روک لیں رقم دے دو۔ یا ہم تمہیں قتل کر دیں گے — تو وہ یقیناً رقم دے دے گا۔ کیوں — اُس کے نزدیک جان قیمتی ہے — وہ سمجھتا ہے جب جان نہ رہے گی تو اُس دولت کو وہ کیا کرے گا۔ اُس کو وہ چھوڑ دے گا۔

اسی طرح مومن کو جب آخرت جاتی نظر آتی ہو اِس کام کے کرنے سے میری آخرت بگڑے گی اور نہیں کرتا ہوں تو دنیا کا نقصان ہوتا ہے تو وہ دنیا کا نقصان برداشت کر لیتا ہے۔ اور آخرت کا نہیں کرتا آخرت کو نہیں چھوڑتا۔

منافق آخرت کو چھوڑ دیتا ہے اور دنیا کو نہیں چھوڑتا — خداوندِ عالم نے فرمایا کہ کسی سینے میں دو دل نہیں ہیں کہ ایک دل میں دنیا آباد ہو اور دوسرے میں دین آ جائے بلکہ ایک کی محبت غالب رہے گی۔ پھر اس کی مثال ارشاد فرمائی۔ فقہی مسئلہ ارشاد فرمایا:

فرمایا: وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ ..... اُمَّهٰتِكُمْ ج (سورۃ احزاب : ۴)

مثلاً فرمایا فقہی مسئلہ ہے (اجتہاد) کیا کرتے تھے عرب ـــ یہ جہلاء عرب میں ایک رواج تھا۔ بیوی سے لڑتے تو اُسے کہہ دیتے تم میری ماں ہو۔ تم میری بہن ہو تو اس میں وہ سمجھتے تھے کہ طلاق بھی واقع ہو گئی اور آئندہ کے لیے یہ عورت اِس کے لیے بمنزلہ ماں کے ہے یا بہن کے ہے ـــ خداوند کریم نے فرمایا کہ ماں تو اس شخص کی ایک وہی نہیں ہے جس نے اُسے جنا اب اگر اُس نے بیوی کو کہہ دیا یا کسی کو کہہ دیا ہے حتیٰ کہ بیوی کو ماں کہہ دینے سے فرمایا اُس کی ماں نہیں بنتی ـــ بیوی، بیوی ہی رہتی ہے ـ یہ اور بات ہے یہ فقہی مسئلہ ہے اور اس میں مقرر ہے سزا جو اللہ کریم نے رکھی ہے یعنی جو اس طرح کرے اُس پر یہ سزا لاگو ہو گی ـ لیکن بیوی، بیوی ہی رہے گی ـ

اسی کے ساتھ ایک اور مثال ارشاد فرمائی ہے وَمَا جَعَلَ ... اَبْنَاءَكُمْ اور نہ ہی جنہیں تم متبنیٰ بنا لیتے ہو انہیں خدا نے بیٹا قرار دیا ہے ـــ مثلاً میں یا آپ یا کوئی دوسرا کسی کو کہہ دیتا ہے کہ تو میرا بیٹا ہے لیکن کہہ دینے سے اُس کے وہ حقوق ثابت نہیں ہو جاتے جو سگے بیٹے کے ہیں ـ بیٹا وہ اُنہیں کا رہتا ہے جو اُس کے ماں باپ ہیں ـ وراثت وہیں سے پائے گا ـ نکاح طلاق کے وقت وہی احکام ہیں ایک شخص کہتا ہے تم میرے بیٹے ہو ـ پھر اس کو گھر سے رشتہ دے دیتا ہے ـ پھر کیا وہ نکاح ہو نہیں جاتا ـــ اور اگر وہ واقعی اُس کا بیٹا ہوتا تو نکاح تو نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ تو اس کی بہن ہوتی ـــ اسی طرح کسی کو ماں کہہ دینے سے وہ عورت ماں نہیں ہو جاتی ـ اُس سے وہ حقوق ثابت نہیں ہوتے جو ماں کے ہیں جب تک وہ واقعی ماں نہ ہو ـ یہ تو اللہ جلّ شانہٗ نے فقہی مسائل کا حل ارشاد فرما دیا اور دوسرے یہاں ہمارا جو موضوع سخن ہے وہ یہ ہے

کہ منافقین کی مثال فرما دی اللہ نے ـــ فرمایا کہ جب ایک شخص ایک لڑکے کو بیٹا کہتا ہے لیکن حقیقتاً اس کا بیٹا وہی ہے جو اس کے سلب سے ہو اور اُسی پہ احکام شرعی وارد ہوتے ہیں جو باپ اور بیٹے کے حقوق ایک دوسرے پر ہوتے ہیں ـــ اسی طرح سے جب تم مسلمان کہہ دیتے ہو اپنے آپ کو تو مسلمان تب ہی بنو گے جب تمہارا دل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق ہو گا اور اگر دل نہ جڑے جیسے کسی کا رشتہ نسبتی ثابت نہ ہو کہہ دینے

سے بیٹا نہیں بنتا اسی طرح سے جب تک دل حضورؐ سے پیوستہ نہ ہو کہہ دینے سے مسلمان نہیں بنتا تو جب حال یہ ہے کہ حضورِ اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے ساتھ جو لوگ لگے اُن کا بنتا کیا تھا وہ ایک نگاہ میں صحابی بن گئے۔

اور صحابی کی شان یہ ہوتی ہے کہ اگر ساری دنیا کے لوگ ولی بن جائیں اور سب کی ولایت کو اکٹھا کیا جائے تو صحابی کے جوتوں پہ جو گرد پڑتی ہے اللہ کے نزدیک اس کی شان اس تمام سے زیادہ ہے۔

لیکن جن کے دل متوجہ نہ ہوئے وہ آپ صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کی تیئیس سالہ نبوی زندگی میں بھی کلمہ پڑھنے کے باوجود ساتھ رہنے کے باوجود خالی رہے اور کفر میں ترقی کر گئے۔ پہلے خالی کافر تھے پھر منافق بن گئے اور منافق شدید ترین کافر ہوتا ہے۔ تو جب حال یہ ہے تو کوئی بھی شخص جب کسی ولی اللہ کی خدمت میں جائے اور اُس کے دل میں رضائے باری کی طلب نہ ہو بلکہ کوئی خواہش ہو۔ کوئی بھی دنیا کی عہدے کی مال و دولت کی ترقی کی یا معتبر بننے کی۔ اپنا کوئی دنیوی وقار بنانے کی۔ رضائے باری کو چھوڑ کر کوئی بھی دنیا کی خواہش اُس کے دل میں ہو تو وہ خواہ ساری عمر کسی بڑے سے بڑے ولی کی خدمت بیٹھا رہے۔ اُٹھے گا تو پہلے سے بھی گیا گزرا ہو گا۔

حصولِ فیض کے لیے فائدہ حاصل کرنے کے لیے دل کو خالی کرکے بیٹھنا شرط ہے۔ جب حضور صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کی ذاتِ اقدس سے فائدہ نہ لے سکے لوگ تو کسی ولی اللہ سے تو فائدہ لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اور یہی وجہ ہے آپ دیکھتے ہیں ہمارے بیشتر لوگ اہل اللہ کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ ملاقاتوں کے لیے جاتے ہیں دعاؤں کے لیے جاتے ہیں لیکن اُن کی اپنی زندگی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیوں نہیں پڑتا اِس لیے کہ ہم دل کو خدا کے لیے خالی کرکے کسی کی خدمت میں جاتے ہی نہیں ہمارے ہر سفر میں دنیا مقصود ہوتی ہے۔ خدا اور خدا کا رسول یا آخرت یا اُخروی فلاح مدِّنظر رکھنے والے کم لوگ ہوتے ہیں اور لوگ بیشتر لوگوں کو یہ بات باور کرادی جاتی کہ ولی اللہ بھی انسان ہوتے ہیں۔ میری اور آپ کی طرح وہ بھی اللہ کے محتاج اِسی طرح ہیں جس طرح میں اور آپ اگر دنیا ہی مانگنی ہے تو خدا سے مانگو جو سب کو دے رہا ہے تمہیں بھی دے گا۔ خدا کو مانگنا ہے تو اولیاء اللہ کے دروازے

پہ جاؤ۔

میرے خیال میں ننانوے فیصد لوگ دربارِ پر اہل اللہ کے پاس جانا چھوڑ دیں گے۔ یعنی اکثریت جو ہے وہ جاتی ہی دنیا کے لیے ہے اگر آخرت اور دین کی بات ہو آپ دیکھیں گے بہت کم لوگ رہ جائیں گے۔ تو جب دل ہی دین کے لیے اللہ کی رضا کے لیے آخرت کے لیے خالی نہیں ہے اُسے ولی اللہ کے پاس جاکر کیا فائدہ ہوگا جب دل سنوار کرکے نہ لے جاؤ تو نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کے پاس جاکر بھی فائدہ نہیں ہوتا نقصان ہوتا ہے کیونکہ دل کو آلودہ کرکے لے جانے والے منافق بنتے ہیں اور منافق کا حکم ہے قرآن کریم میں اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۔ کہ دوزخ میں کافروں سے بھی نیچے ہوں گے منافق۔

فرمایا جس طرح زبانی کہہ دینے سے کوئی بیٹا نہیں بن جاتا کوئی عورت ماں نہیں بن جاتی اسی طرح ذٰلِکُمْ قَوْلُکُمْ بِاَفْوَاہِکُمْ اسی طرح یہ زبان کی باتیں ہیں اُن سے کچھ حقیقت بدل نہیں جاتی وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ کہ خدا کھری کھری بڑی واضح اور بڑی سیدھی بات ارشاد فرماتا ہے وَھُوَ یَھْدِی۔ ۔ ۔ ۔ اور اسی کی ذات ہے جو صحیح راستے کی طرف ہدایت دیتی ہے۔ سیدھا راستہ دکھاتا ہی وہی ہے جب تک اُس کی ذات مقصد نہ ہو اُسی کی رضا مقصد نہ ہو اُس کی خوشنودی مقصد نہ ہو تب تک ہدایت پانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اگر کوئی شخص لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہہ دیتا ہے تو میرے خیال میں تو اُسے بڑی سنجیدگی سے اس بات پہ غور کرنا چاہیئے کہ الوہیت میں نے خدا کے لیے تسلیم کرلی۔ رسالت محمد رسول اللہ صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کے لیے تسلیم کرلی۔ اب میرے پاس باقی بچا ہی کیا ہے۔ کچھ نہیں بچتا آدمی کے پاس —

الوہیت سے مراد یہ ہے کہ مَیں کوئی چیز نہیں ہوں تو میرا مالک بھی ہے تو میرا معبود بھی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ رسول ماننے کا مقصد یہ ہے کہ مَیں اپنی طرف سے کوئی بات نہیں گھڑوں گا کہ میرا خدا اس طرح راضی ہے بلکہ جو اللہ کا رسول ہے وہ اللہ کی بات مجھ تک پہنچائے گا اور جس طرح وہ حکم دے گا مَیں اُس طرح سے اللہ کی تابعداری کروں گا۔

یعنی خدا کی اطاعت کروں گا اُس کے رسول ؐ سے پوچھ کر اب اس میں ایک گنجائش تو ہے کہ آدمی سے غلطی ہوجائے وہ اطاعت نہ کرسکے وہ غلطی کرجائے تو وہ یہ بات خوب سمجھتا ہو کہ حق وہ تھا جو خدا کے نبی نے حکم دیا مَیں نہیں کرسکا یہ میری

کمزوری ہے خدایا تُو مجھے معاف کر دے ایسا کرنے والا تو صرف گنہگار رہے گا۔

لیکن اگر خدا کو بھی خدا مانتے نبی کو نبی مانے اور جب کام کا وقت ہو تو کہے کہ جو خدا نے کہا ہے جو اللہ کے نبی نے کہا ہے اُس طرح سے کرنے میں تو بدنامی ہے اُس طرح کرنے سے تو نقصان ہو گا اُس طرح سے کرنا تو وقت ضائع کرنے کے برابر ہے میں تو اُس طرح کروں گا۔ جس طرح خود مناسب سمجھوں گا۔ خداوندِ عالم فرماتا ہے کہ یہ وہ شخص ہے جس کی زبان نے مجھے خدا مانا جس کے دل نے تسلیم نہیں کیا۔

اور اگر خدا ہمیں اس نفاق کی مصیبت سے خلاصی دے دے تو ہمارے جنت جانے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ گناہ مومن کو نہیں روکیں گے۔ چونکہ بے شمار شفاعات مقرر کر دی ہیں ربّ العالمین نے مومن کے لیے سب سے پہلے تو یہ کہ وہ اُس کی کسی چھوٹی سی نیکی کے بدلے ہزاروں گناہ معاف کر دیتا ہے۔

حتیٰ کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کسی مومن کے پاؤں میں کانٹا چبھ جائے تو اُس پر بھی اُس مومن کے گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔ کسی کو چلتے ہوئے ٹھوکر لگے تو اُس پر بھی اُس کے گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔ کسی کا کوئی گائے بھینس، بچھڑی بکری بھیڑ مر جائے کوئی تھوڑا سا نقصان ہو جائے اُس پر بھی اُس کے گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔

حتیٰ کہ ایک حدیث شریف میں وارد ہے کہ پوری زندگی میں ایک مومن نے کوئی ایک ایسی تسبیح پڑھی جو منظور ہو گئی۔ ایک دفعہ کہا سبحان اللہ اور یہ منظور ہو گیا تو یہ ساری زندگی کے گناہوں کو معاف کرنے کے لیے کافی ہے۔ اس کے بعد پھر اولاد کی باری آتی ہے۔ حضورِ اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم فرماتے ہیں بے شمار ایسے گنہگار مسلمان ہوں گے جنہیں اُن کے شیر خوار یا چھوٹے مرنے والے بچے جنت میں لے جائیں گے تو میدانِ حشر میں جب وہ کہیں گے خدایا اپنی ماں اپنے باپ کے بغیر نہیں جاتا تو ماں باپ کو خدا بخش دے گا۔ بے شمار ایسے لوگ ہوں گے جنہیں نیک لوگوں کی محض دوستی اور رفاقت نجات دلا دے گی۔

حتیٰ کہ ایک حدیث شریف میں آتا ہے۔ خداوندِ عالم نے کچھ فرشتے ایسے بنائے ہیں جن کی غذا ذکرِ الٰہی کا سننا ہے اور کوئی کام نہیں ہے۔ اُن کو اُن کی نیند اُن کی غذا اُن کا روزگار آپ کوئی بھی کہہ دیں اُن کا آرام بھی اُن کا کاروبار بھی اللہ اللہ کو سننا ہے۔ حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم

فرماتے ہیں. بخاری شریف کی حدیث ہے کہ وہ روئے زمین پر پھرتے رہتے ہیں۔ اور جہاں کوئی اللہ کا بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہوا مل جائے پھر وہ ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں اور جمع ہونا شروع ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ حضورؐ فرماتے ہیں ایک دوسرے کے نیچے اور اوپر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ انہیں دیکھیں بھی اور سنیں بھی اور آسمانوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ ذکر کرنے والے لوگ جب فارغ ہوتے ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں جب پلٹتے ہیں خدا خوب جانتا ہے پھر اُن سے پوچھتا ہے۔ کیا دیکھا تم نے خدایا ہم نے کچھ لوگ دیکھے وہ تیرا ذکر کر رہے تھے تجھے یاد کر رہے تھے۔ لمبی حدیث ہے بالآخر نتیجۃً ارشاد ہوتا ہے تم گواہ رہو میں نے سب کو بخش دیا۔

ایک بات جو میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی۔ وہ فرشتے کہتے ہیں خدایا سارے لوگ تو اُن میں تیری رضا کے لیے نہیں آئے تھے۔ کچھ مسلمان ایسے تھے جن کا ذکر کرنا مقصد نہیں تھا وہاں کوئی آدمی بیٹھا تھا اُس سے وہ بات کرنا چاہتے تھے۔ یا وہاں جو ذکر کرنے آیا تھا اُس سے اُن کو ملنا تھا۔ تو جب آئے تو وہ ذکر کر رہے تھے۔

تو وہ بھی آ کر ذکر کرنے لگے۔ ذکر کرنے کے لیے نہیں آئے تھے۔ لیکن اتنی دیر جب وہ وہاں رُکے تو وہ بھی ذکر کرتے رہے۔ اللہ فرماتا ہے میں نے کوئی قید نہیں لگائی جو وہاں تھا سب کو بخش دیا۔ اندازہ کریں کتنے لوگ اس طرح بخشے جائیں گے۔

پھر اس کے بعد اہل اللہ کی شفاعت آتی ہے اولیاء اللہ جن کی سفارش کریں گے شہداء کی شفاعت آتی ہے۔ شہید جس کی سفارش کریں گے۔ اس کے بعد شافع محشر آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت آتی ہے جس کی شفاعت منظور شدہ ہے۔ جس طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا رخ الوز ہو گیا وہ شخص بخشا گیا۔ تو اس سب پہ اگر نگاہ کی جائے تو کوئی مسلمان دوزخ میں نہیں جائے گا سوائے اس کے کہ وہ اپنے اسلام کو سنبھال کر نہ لے جائے۔

اور اگر اسلام ہی کھرا نہ رہے اسلام ہی سنخرا نہ رہے اُس میں نفاق کی آمیزش ہو جائے پھر ان تمام شفاعتوں کے باوجود منافق کے لیے اپنے آپ سے لے کر اپنی اولاد سے لے کر پیامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک کوئی شفاعت کرنے والا نہیں۔ کافر کے لیے کوئی شفاعت نہیں ہے

منافق کے لیے کوئی شفاعت نہیں ہے اِسی لیے خدا نے دوزخ کے حق میں فرمایا اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ یہ بنی ہی کافروں کے لیے ہے ۔ مومنین کے لیے نہیں بنائی گئی اور جب جنّت کی بات ہوتی ہے تو فرمایا اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ یہ نیک ہی لوگوں کے لیے بنائی گئی ہے ۔ فرشتے کو تو ضرورت ہی نہیں ہے جنت کی نہ اسے مومنوں سے کوئی تعلق ہے نہ اس کے بیوی نہ بچے نہ گھر نہ بار نہ کھانا نہ پینا یہ تو ضرورت ہی انسانوں کی ہے اور انسانوں ہی کے لیے بنی ہے لیکن اُن انسانوں کے لیے فرمایا جنہیں مجھ سے حیا آتا ہے ۔ جو میری ذات کا شرم رکھتے ہیں جو میرا احترام کرتے ہیں ۔ جو میری اطاعت کرتے ہیں تو میرے بھائی! میری ناقص رائے میں خداوند کریم انسان کو کھرا کر دے اُس کے دل کو صاف کر دے ستھرا کر دے اور نفاق کی مصیبت سے نجات دے دے ۔ تو تمام مصیبتوں سے نجات مل جائے گی اور ہمیں اس بات کو دل میں ٹٹولنا چاہیئے دیکھنا چاہیئے کہ میں جو کام کرتا ہوں میں جو نماز پڑھتا ہوں اگر نماز پڑھی اور دل میں یہ بات ہو کہ لوگ مجھے بڑا سمجھیں گے تو بات گئی ۔

میں ہی بیان کرتا ہوں ۔ جمعہ پڑھاتا ہوں میں اگر سمجھوں کہ میں بڑا مقرر ہوں ۔ لوگ مجھے بڑی واہ واہ کرتے ہیں اُس کے لیے میں محنت کروں تو یہ بات نہیں ہے ۔ خدا کے لیے کچھ نہ بنے ۔

تو فرمایا کہ ایک انسان کے سینے میں میں نے دو دل نہیں رکھے ۔ ہر شخص کے سینے میں ایک ہی دل ہے ۔ اور ایک دل ایک ہی کے لیے ہوگا ۔ اگر خدا کے لیے ہوگا تو لوگ اچھا کہیں یا بُرا جو بات حق سمجھتا ہے وہ کرتا رہے گا ۔ جس کام کو حق سمجھتا ہے وہ کرتا رہے گا ۔

اور اگر دل میں یہ بات آ جائے کہ یہ بات کہنے سے یہ کام کرنے سے دنیوی فائدہ ہو خدا مانے یا نہ مانے نبیؐ کی سنّت ہو یا نہ ہو ۔ اطاعت آپ کی رہے یا نہ رہے تو پھر بات بگڑ جائے گی اور نتیجتہً میں نے یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے اگر دل ساتھ نہ دے دل میں محض اللہ کی رضا کا جذبہ نہ ہو تو فائدہ نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے پاس جا کر بھی نہیں ہوتا اور وہ شخص بے نصیب ہی رہتا ہے ۔

تو پھر کسی شخص کا حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے بعد صحابہ رضؓ سے تابعین سے تبع تابعین سے اولیاء اللہ سے فائدہ حاصل کرنا تب ہی ممکن ہے جب اُس کے دل میں سوائے اللہ کی رضا کے طلب کے کوئی دوسرا مقصد نہ رہے ۔ اگر جاہ طلبی دنیا طلبی دولت کی طلب یا عہدے

کی طلب یا ذاتی وقار و اقتدار کی خواہش ہو گی۔ عمر بھر کی محنتیں اکارت جائیں گی۔ بیٹھ بیٹھ کر اُٹھ جائیں گے اور نتیجہ سوائے نامرادی سوائے مایوسی اور سوائے تباہی کے کچھ نہیں ہو گا۔

تو ہم سب کو اپنے اپنے دلوں کا جائزہ لینا چاہیئے اپنے سینے میں جھانک کر دیکھنا چاہیئے کہ کہیں میرے مقصد میں کوئی کھوٹ تو نہیں ہے، کہیں میرے کلمے میں کوئی دھوکا تو نہیں ہے۔ کہیں میرے ارادوں میں جھوٹ تو شامل نہیں ہے کم از کم خدا اور خدا کے رسول ؐ کے ساتھ تو انسان کھرا رہے۔ غلطی ہو جائے گناہ ہو جائے گا تو گناہ تو سمجھے غلطی کو غلطی تو سمجھے اور یہ تو کہتا رہے کہ اللہ تو برحق ہے تیرے نبی ؐ نے جو فرمایا وہ حق ہے جو مَیں کر رہا ہوں یہ غلط ہے کم از کم یہ تو ہو۔ اگر یہ بھی نہ رہے تو پھر اس کا کام تمام ہُوا۔

اور ہم ایسے بے خبر ہیں اپنے گرد و پیش دیکھیں تو آپ کو بے شمار ایسے مناظر نظر آئیں گے ایک شخص کے ہاں شادی ہوتی ہے آپ کہہ دیں کہ سنت کے مطابق عمل اِس طرح سے ہے تو وہ کہے گا میری اس میں نکّی ہو گی۔ یہ اسلام نہیں ہے۔ مسلمان ہو گا تو اسے یہ کہنا چاہیئے کہ جو مَیں کر رہا ہوں یہ غلط ہے اور جو تو نے کہا وہ درست ہے۔ عمل کریں نہ کریں۔

اِسی طرح شادی کو آپ چھوڑ دیں۔ روز ہمارے ہاں جنازے ہوتے ہیں ماتم ہوتے ہیں کسی کے مر جانے پر بھی شریعت کا خیال نہیں رکھا جاتا کس لیے کہ لوگوں میں نکّی ہو گی۔ لوگ کہیں گے کہ انہوں نے روٹی اچھی نہیں دی۔ لوگ کہیں گے کہ انہوں نے دیگیں نہیں پکائیں۔ اب مرنے والے کے سال سے لے لے کہیں سے حاصل کرے محض دکھاوے کے لیے محض لوگوں کو۔ اور ہمارے ہاں تو یہ رواج ہو چکا ہے لوگ محض اپنا رعب جمانے کے لیے اتنی پُرتکلف دعوت کرتے ہیں۔ شادی پر بھی کوئی نہیں کرتا۔ اور قطعاً ثواب کے لیے نہیں کرتے۔ کوئی مرنے والے کے ساتھ انہیں دلچسپی نہیں ہوتی۔ مرنے والا مرتا رہتا ہے اُسے دوائی لا کر کوئی نہیں دیتا۔ دوائی تو قیمتاً آتی ہے اُسے گھڑے سے پانی ڈال کر کوئی نہیں دیتا۔ جب وہ مر جاتا ہے تو سارے علاقے کی دعوت ہوتی ہے اِس لیے نہیں کہ اِسی میں ثواب ہو گا اِس لیے کہ لوگ کہیں گے یہ بڑے آدمی ہیں۔

اِس طرح سے دین نہیں بچتا اسلام نہیں بچتا۔ معاملہ کھرا کرو مثلاً اسی بات کو لیں کوئی

کہہ دے کہ آپ نے تو فتویٰ دے دیا۔ مہمان آجاتے ہیں باہر کے آدمی آجاتے ہیں وہ مجبور ہے کیا کرے لیکن کیا ویسی نہیں دے سکتے ہم اور آپ جیسی روزانہ کھاتے ہیں اپنی حیثیت کے مطابق جیسی حیثیت ہے اچھا ہے اچھی دے جو غریب ہے وہ ادھار لے کر کیوں گوشت پکاتا ہے۔

بلکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم تو یہ ہے کہ جس گھر میں میت ہو جائے اس گھر کو کم از کم تین دن تک وہاں آگ جلنی نہیں چاہیئے دوسروں کو اس کی روٹی کا اہتمام کرنا چاہیئے اور ہمارے ہاں بھی شروع میں یہی تھا۔ جب گاؤں میں کسی گھر کوئی آدمی فوت ہو جاتا تو گاؤں کے لوگ دو دو چار چار روٹیاں اور تھوڑی سی دال پکا کر دے دیتے اور آنے جانے والے سب کھاتے۔ اب کوئی نہیں پوچھتا کوئی نہیں دیتا ہے کوئی لینا نہیں ہے۔ لوگ لینا پسند نہیں کرتے کیوں ہماری اس طرح بے عزتی ہوتی ہے۔ ہماری عزت ہوتی ہے ہم اتنی دیگیں پکائیں گے۔ اتنے بکرے ذبح ہوں گے۔ اتنا پلاؤ ہو گا اور جو غریب مر رہا ہے اُسے تو دوائی لے کر کسی نے دی نہیں دوائی چھوڑو پانی ڈال کر کوئی نہیں دیتے بچے چیختے رہتے ہیں اُٹھ کر پانی کوئی نہیں دیتا۔ مرتا بھی نہیں ہے۔ اور جان بھی نہیں چھوٹتی۔ تو یہ جاتی نمود و نمائش کی باتیں ہیں ان میں للّٰہیت نہیں ہے۔ ثواب تو ثواب کو چھوڑو یار ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے ثواب عذاب کو تو چھوڑو ایمان بچا کرنے جائے اس دور میں میرا اپنا یہ یقین ہے کہ ایمان کے ساتھ مرنے والا مسلمان دوزخ میں نہیں جا سکتا۔

اتنے سبب رحمت کے خدا نے اس کے لیے بنا دیئے ہیں کہ کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی جگہ اُس کی نجات ہو جائے گی۔ لیکن بات کھرے اور کھوٹے کی ہے دل جب کھوٹا ہو جاتا ہے پھر اُسے کوئی قبول نہیں کرتا۔ کم از کم عمل اگر ہم کھرے نہیں کر سکتے تو دل کو تو کھرا رکھیں اور غلطی کو غلطی سمجھیں گناہ کو گناہ سمجھیں اور خدا اور خدا کے رسولؐ کی عظمت کا اہتمام کرو اور یہ تو ہم کہتے رہیں کہ حق وہی ہے جو خدا نے حکم دیا۔ حق وہی ہے جس کے کرنے کا اللہ کے پیامبرؐ نے حکم دیا۔ کم از کم ہمارا رویہ یہ ہونا چاہیئے کہ دل میں طلب تو موجود رہے حضورؐ کے حکم کو ماننے کی حضورؐ کی غلامی کرنے کی جہاں سے چھوٹ جائے وہاں دکھ تو لگے کہ مجھ سے حضورؐ کی غلامی کیوں چھوٹی۔ اگر یہ احساس مر گیا تو سمجھو کہ آدمی کے دونوں جہان تباہ ہو گئے۔

اور ایک رواج اور بھی ہے ہم باتیں کرتے

(باقی ص آخر پر)

خطاب حضرت المکرّم

بر واپسی سعادتِ حج

عظمتِ حرمین شریفین اور الٰہامی محافظت

تاریخ کے آئینے میں

اللہ کریم نے اس سال حج مبارک کی حاضری کی توفیق دی جو محض رب کریم کی عطا اور انعام تھا۔ چونکہ اس سال حج کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ کیونکہ فروری میں عمرہ سے واپس آئے تھے۔

زمین پر اسلام کے پاس سب سے قیمتی اثاثہ مساجد ہیں۔ سب سے زیادہ معزز و محترم اور متبرک جگہ وہ ہے جن کے بارے میں ربِ جلیل نے فرمایا۔ یوں تو ساری کائنات اسی کی ہے۔ لیکن مساجد کو خاص طور پر اپنی طرف منسوب فرمایا۔ اور فرمان الٰہی ہے

مساجد صرف اللہ کے لیے ہیں۔ مَا کَانَ یَدْخُلُوْھَا اِلَّا خَآئِفِیْنَ۔ کسی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ بے باکانہ مسجد میں در آئے۔ بلکہ عظمتِ الٰہی کو مدِ نظر رکھ کر لرزاں و ترساں مسجد میں داخل ہونا چاہیئے اور یہ ہر اس مسجد کے لیے ہے جو کوئی انسان اللہ کے لیے

زمین پر مسجد بناتا ہے۔

چاہے وہ ایک جھونپڑی ہو یا کچی ہو یا پکچر ٹھڑا بنا کر مسجد کے نام وقف کر دیا جائے۔ تو ساری عظمتیں، سارے ثواب اور ساری برکتیں قرآنِ حکیم میں اس کے لیے مخصوص ہیں۔ جس زمین پر مسجد بنتی ہے مسلمان اسے نہیں چھیڑ سکتا وہ قیامت تک مسجد ہی ہے۔ اس کے نیچے اور اس کے اوپر مسجد کی ملکیت ہے۔ اس کے علاوہ کوئی چیز نہیں بنائی جا سکتی۔ مسجد کی چھت سے لے کر آسمان تک اور فرش سے لے کر تحت الثریٰ تک یہ مسجد ہی کی ملکیت رہتی ہے۔ اس پر کسی مسلمان کو مداخلت کرنے کا حق نہیں ہے بلکہ آج جس جگہ مسجد بنائی گئی ہے اس جگہ کو بیچ کر اس کے بدلے دوسری جگہ خرید کر مسجد نہیں بنا سکتے۔ یہ جگہ مسجد ہی رہے گی۔ دوسری بنانا چاہیں تو بنا لیں۔ لیکن جس جگہ اذان کہی گئی اور اللہ کا سجدہ ادا ہوا وہ قیامت تک کے لیے مسجد ہی رہے گی اور کچھ نہیں۔ یہ عزت ہر مسجد کا حصہ ہے۔

کچھ مساجد اس اعتبار سے محترم ہیں کہ جن میں خود حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نماز پڑھی جیسے مسجد قبا جس کی بنیاد ہی حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے رکھی اور وہ اسلام میں پہلی مسجد ہے۔ ظہورِ اسلام کے بعد روئے زمین پر جو پہلی مسجد بنی اور اس کی بنیاد حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے رکھی جسے قرآنِ حکیم نے فرمایا۔

(وہ اس لحاظ سے محترم ہے

یا تاریخی اعتبار سے کہ صحابہ کرام رضؓ نے مسجد بنائی یا کسی مسجد کے ساتھ کسی بزرگ ہستی نے ساری عمر اللہ اللہ کیا۔ لیکن یہ امتیازات انفرادی ہیں اجتماعی طور پر آپ ایک جھونپڑی بنا کر اللہ کے لیے وقف کر دیں تو اس کو وہی درجہ حاصل ہے، جو روئے زمین پر تمام مساجد کا ہے سوائے اس کے کہ کسی مسجد کی خصوصیت کسی اور وجہ سے ہو۔ روئے زمین پر ایک مسجد ایسی ہے جو بیج کی حیثیت رکھتی ہے زمین کے۔

رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشاد کے مطابق جب اللہ تعالےٰ نے زمین پیدا فرمائی تو سب سے پہلے وہ نکتہ پیدا فرمایا جس پر بیت اللہ تعمیر کیا گیا ہے پھر وہاں سے اس کو پھیلا کر ساری زمین کو اسی حساب سے پھیلایا گیا۔ جس طرح بیج سے درخت نکل آتا ہے جس دن سے اللہ تعالےٰ نے اسے تخلیق فرمایا اسی دن سے اسے اپنی ذات کے لیے مختص کر دیا۔ جس دن اسے تخلیق فرمایا اسے اپنی ذات کے لیے مختص فرما دیا۔

تب سے لے کر آج تک وہ اہم قرار ٹھہری۔ اور آج تک اگر کوئی آدمی روئے زمین کی کسی مسجد میں نماز ادا کرتا ہے تو اس مسجد میں نماز ادا کرنے کا کم از کم ایک لاکھ نماز ادا کرنے کا ثواب ہے۔ کم از کم گئے گزرے مسلمان کے لیے — اب اگر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں سجدہ کرتے ہوں۔ صحابہؓ کرتے ہوں — تو ان کا اپنا شوق ہے۔ ان کی حیثیت کے مطابق ثواب ملتا ہے۔ یہ ہم جیسے گئے گزرے لوگوں کے لیے ہے کہ کوئی بھی ہو۔ کتنی بڑی بات ہے۔ غریب ہو۔ مفلس ہو۔ جاہل مطلق ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ عقیدہ درست ہو — اگر وہ جو سجدہ کسی مسجد میں ادا کرتا ہے وہی سجدہ اگر وہ بیت اللہ میں کرتا ہے تو ایک لاکھ کا ثواب ملتا ہے۔ ہر مسجد کی ایک حرمت ہے لیکن بیت اللہ کی حرمت اللہ کے نزدیک ایسی ہے کہ وجود حرم کے اندر کوئی شخص درخت نہیں کاٹ سکتا۔ کوئی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا۔ بیت اللہ کے ارد گرد میں حرم کی ایک حد ہے میرا خیال ہے کہیں ایک طرف جنوب کی طرف پچیس میل ہے باہر تک۔ مدینہ کی ایک طرف حضرت عائشہ رضؓ کی مسجد جدہ کی طرف حد بیبیہ تک ہے۔ اور اسی طرح دوسری طرف بائیس میل تک ہے۔ یہ جو حدود حرم ان کے اندر درندہ اگر جانور کو بھگائے یا کوئی چیتا یا شیر کسی ہرن کو بھگائے اور وہ جانور بھاگتا ہوا اس حد کے اندر چلا جائے تو جانور چھوڑ دیتا ہے — آپ نے بلیوں اور کبوتروں کو حرم کے اندر اکٹھے بیٹھے دیکھا ہوگا — وہاں کوئی بھی نہیں سکھاتا — حرم کا یہ نظام ہے اللہ کی طرف سے — کوئی شکاری جانور بھی حرم کے اندر شکار نہیں کرتا — اور یہ ہمیشہ کے لیے ہے ہمیشہ سے ہے — ہمیشہ کے لیے رہے گا۔ نبیؐ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ فتح فرمایا تو حرم کے احترام کے لیے کسی مشرک کو بھی سزا نہ دی — حالانکہ وہ بدترین سزا کے مستحق تھے۔ انہوں نے خود ذات اقدسؐ پر بے پناہ مظالم کیے تھے — صحابہ کرام رضؓ پر ظلم کیے — مدینہ منورہ پر حملے کیے — ان کی پوری کوشش تھی کہ اسلام کو مٹانے پر صرف کر دی لیکن ان پر جب فتح حاصل ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی بیت اللہ میں اسی دروازے پر جہاں آج یہ موجود ہے کھڑے ہو کر فرمایا لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ — تمہیں آج کوئی کچھ نہیں کہے گا۔

سب آزاد ہو۔ تم سب آزاد ہو۔

پھر حرم میں ایک خاص دن آتا ہے حج کا سارے سال میں اس کی ایک الگ فضیلت ہے۔ حاجی جب احرام میں ہوتا ہے تو وہ جوئیں نہیں مار سکتا۔ حرام ہے اس کے لیے جوؤں کو مارنا۔ جوں اگر جسم پر لپٹ جائے تو جوں جسم کو پکڑے تو اسے جسم سے الگ کر کے پھینک تو سکتا ہے اس کو مار نہیں سکتا۔ اسی سے آپ اندازہ کر لیں ۔۔۔ اپنا احرام نہیں توڑ سکتا۔ احرام ٹوٹ جائے تو اتفاقاً ٹوٹ جانے پر صدقہ دے سکتا ہے۔ اسی لیے حجاج کرام سے کہا جاتا ہے کہ کچھ نہ کچھ صدقہ ضرور دیا کرو۔ لازمی نہیں کہ صدقہ ہو سکتا کہ کتنے بال ٹوٹ گئے کبھی احرام کا کپڑا ٹھیک کرنے سے ٹوٹ گئے۔ داڑھی درست کروانا چاہیئے۔

احرام کی حالت میں قطعاً اس کی اجازت نہیں ۔۔۔ روئے زمین پر بھی آسمان پر بھی ۔۔۔ عرش پر بھی۔ جنت میں بھی جنتی نعمتیں ربّ کریم نے تخلیق فرمائیں۔ اور آج جب ہم عزت و حرمت پر بحث کرتے ہیں تو ۔۔۔ کہ ساری تخلیقیں بھاری ہیں سب سے زیادہ محترم وہ مقام ہے۔ جہاں بیت اللہ ہے۔ اس کی عظمت جنت اور عرشِ بریں پر بھاری ہے ۔۔۔ اسلام کے پاس دوسرا قیمتی اثاثہ وہ جگہ ہے جہاں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں ۔۔۔ اسلام اللہ کا دین ہے لیکن اللہ کی باتیں ہم نے اللہ سے نہیں سنیں ۔۔۔ باتیں اللہ کی ہیں۔ سنانے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔۔۔ بات اللہ کی ہوتی ہے لیکن ساری کائنات تک محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے سنی ہیں ۔۔۔ اب رہا عظمت کا سوال ۔۔۔ اب جو عظمت کا بیان کرتے ہیں تو وہ فرماتے ہیں کہ کائنات بسیط و کثیف میں جنت اور عرشِ عظیم۔ کرسی اور لوحِ محفوظ سے بھی عظیم تر ہے ۔۔۔ وہ جگہ جہاں بیت اللہ شریف تعمیر ہوا ہے۔ لیکن وہ مٹی جہاں حضورؐ آرام فرما ہیں، جو حضورِ اکرمؐ کے جسمِ اطہر سے مس ہوتی ہے اس کی عظمت بیت اللہ شریف سے زیادہ ہے۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے اور پورے عالمِ اسلام کا کہ مسجدِ نبویؐ سے بیت اللہ کی فضیلت بہت زیادہ ہے ۔۔۔ حضورؐ کا ارشاد موجود ہے کہ میری مسجد میں جو نماز ادا کرتا ہے، اسے پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور بیت اللہ میں ایک لاکھ گنا زیادہ ثواب ملتا

ہے۔ لیکن وہ ٹکڑا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر سے مَس ہوتا ہے، اس کی عظمت بیت اللہ سے زیادہ ہے۔ کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے مَس ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے مس ہوتا ہے ـــ اور وہ ٹکڑا جہاں روضۂ اطہر موجود ہے اب اور جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر موجود ہے حضور علیہ السلام کے زمانے کا ـــ روضۂ اطہر سے لے کر اس منبر تک کا ٹکڑا جو ہے، وہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق آج کی اس زمین کا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے جنت سے اتارا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رہنے اور نماز ادا کرنے کے لیے ـــ اسی لیے ریاض الجنۃ کا لقب دیا گیا۔ اور علماء تشریح فرماتے ہیں کہ اس پر قیامت قائم نہیں ہوگی۔ جب قیامت قائم ہوگی تو وہ ٹکڑا اسی طرح اٹھا کر جنت میں رکھ دیا جائے گا۔ اس پر قیامت کا زلزلہ اثر انداز نہیں ہوگا وہاں آواز بلند کرنا حرام ہے ـــ قرآن کریم کے حکم کے مطابق لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ اور اگر کوئی آواز اونچی کرتا ہے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ہ کہ اس کی زندگی بھر کی ساری عبادتیں رد کر دی جاتی ہیں۔ اس کی کوئی نیکی قبول نہیں ـــ

یہ میں اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ ہمارے دوست جو حج کے لیے جاتے ہیں ـــ اللہ انہیں لے جاتا ہے تو پرواہ نہیں کرتے۔ دھکے دے رہیں۔ شور کرتے ہیں۔ آوازیں نکالتے ہیں۔ سزا یہ ہے کہ جس کی آواز بلند ہو جائے گی اس کی کوئی عبادت زندگی بھر قبول نہیں ہوگی ـــ روضۂ اطہر کا وہی احترام ہے جو حضورِ اکرم ﷺ کا زندگی میں احترام تھا۔ اور وہی سلام عرض کرنے کا حکم ہے جیسے آپ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کھڑے ہو کر الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھتے وہی حکم ہے روضۂ اطہر کے سامنے سلام پڑھنے کا ـــ حضورِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے جو مجھ پہ درود پڑھتا ہے ـــ میں خود اس کا جواب دیتا ہوں۔

یہ مختصر سا تعارف آپ سب مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ کون مسلمان ہے جو نہیں جانتا۔ لیکن یاد دہانی کے لیے۔ باتیں ذہن میں موجود ہوتی ہیں لیکن سامنے لانے کے لیے میں نے عرض کر دیا ہے۔ علماء دین فرماتے ہیں حدیث شریف میں موجود ہے کہ ستر ہزار فرشتے روزانہ

حضورؐ کے سلام کے لیے حاضر ہوتا ہے۔ اور حضورؐ نے فرمایا قیامت تک دوسری بار آنے کی باری نہیں آئے گی۔ ایک باری میں ستر ہزار کو اجازت ملتی ہے۔ ان کی واپسی تک پھر آ جاتے ہیں۔ اللہ کے فرشتے اتنے ہیں کہ قیامت تک کسی کو دوبارہ آنے کی باری نہیں آئے گی۔ وہ اس خطۂ زمین کی زیارت کو فرشتے ترستے ہیں۔ جو آسمانوں پر رہتے ہیں۔

عالمِ اسلام میں بے شمار ایسی قوتیں۔ طاقتیں بھی ہیں جو اپنی بے بسی کی وجہ سے جنہیں اسلام کی برکات سے بہرہ ور ہونا نصیب نہیں ہوا۔ تو ظاہر ہے کوئی اللہ کے ساتھ ہوں گے یا اللہ کے خلاف ہوں گے۔ تو وہ شیطان کی گود میں چلی گئیں۔ ان طاغوتی طاقتوں نے ظہورِ اسلام سے لے کر آج تک کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی۔ ان میں سب سے بدبخت ترین قوم یہودی ہیں۔ غیر مسلم جو ہیں وہ سارے ہی اسلام کو نہیں مانتے۔ لیکن سارے دشمنی میں ایک حد پر نہیں ہیں۔ سب سے زیادہ اور سب سے گہری دشمنی اور مغضوب علیہم جنہیں کہا گیا۔ جن پر اللہ کا غضب ہوا وہ قوم یہود ہے۔ قرآن کریم میں ہے اللہ کے غضب کی ماری ہوئی قوم۔ ارشاد ہوتا ہے

یہودیوں نے خلاف اسلام جتنی تحاریک کھڑی کی ہیں ان میں سب سے زیادہ مؤثر تحریک شیعہ اور روافض کی ہے۔ اس کی بنیاد ابنِ سبا نے رکھی لیکن وہ بنیادی روڑے اکٹھے کر سکا۔ بعد میں آنے والے اس پر محنت کرتے رہے شیعہ نے بھی اسی تحریک کے لوگوں نے حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کیا۔ دراصل وہ اس وقت ایک سانحہ تھا جسے پلیٹ فارم بنایا گیا قوموں کی زندگیوں میں حادثات بڑے کردار ادا کرتے ہیں اور کوئی بھی حادثہ قومی سطح پر لوگوں کو ہلانے کے لیے کافی ہوتا ہے۔

اس وقت ان کا پروگرام یہ تھا کہ ایک چند سو آدمی جو آج یہاں ملتے ہیں یہ ہم حاضر ہوں گے قصرِ خلافت پر اور جس حکمران کی فوجیں چین سے لے کر ہسپانیہ تک پھیلی ہوئی ہیں افریقہ سے سائبیریا تک جس کی سلطنت کی حدود ہیں وہ حکمران ان چند سو افراد کو گرفتار کرا کر قتل کرا دے گا اور ان کے قتل پر ہم یہ بنیاد رکھیں گے کہ خلفاءِ راشدین ظالم تھے جس نے اعتراض کیا اسے قتل کروا دیا اور ایک متوازی اسلام ہم یہاں سے شروع کریں گے کہ جو دین خلفاءِ راشدین سے نقل ہوا وہ غلط ہے۔ وہ معاذ اللہ ظالم تھے۔ اس پر بنیاد

رکھ کر آگے چلیں گے ــ لیکن یہ اس اللہ کے بندے کی دُور بینی تھی کہ ایک شخص ان کے زمانے میں ان کی مجلس میں آیا تو آپ نے دیکھ کر فرمایا تم اس حال میں چلے آئے کہ ان کی نگاہوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے ــ وہ نظر اٹھے اس نے راستے میں کسی نامحرم عورت کو دیکھا تھا ــ اس نگاہ کو بھی سیدنا عثمان رضؓ نے بھانپ لیا۔ برداشت نہیں فرمایا بلکہ بر سر مجلس کہہ دیا کہ لوگ اس حال میں مجلس میں آجاتے ہیں کہ ان کی آنکھوں میں زنا کا اثر باقی ہوتا ہے ــ یہ موجود ہے ــ اس نے کہا کیا وحی آتی ہے کیسے پتہ چل گیا ان کو ــ وحی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ختم ہو گئی فرمایا۔ کیا تمہیں حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد یاد نہیں اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰہِ ۔ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ "کہ مومن کی فراست سے بچو، ڈرو۔ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے" اسی نور کی نگاہ نے یہ منصوبہ بھانپ لیا ــ اور اتنا جلیل القدر حکمران پچاس دن تک پیاسا بیٹھا رہا اس شہر میں جس شہر کا سارا پانی اس کنویں سے آتا تھا جو اس نے خرید کر اللہ کے نام پر وقف کر دیا تھا ــ کتنی عجیب بات ہے اور جو حکومت لے سکتا تھا۔ اس کے ایک اشارے پر سب کی گردنیں اُڑ جاتیں ــ "میں خلافِ اسلام تحریک کو پلیٹ فارم مہیا نہیں کروں گا" لیکن خاندان کٹوا دیا۔ جان دے دی۔ چوراسی برس کا ضعیف العمر انسان ساری زندگی کا رفیق ــ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کا شوہر۔ ذوالنورین جسے کہتے ہیں اور جس کے لیے حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو یکے بعد دیگرے فوت ہو جاتیں تو میں حضرت عثمان رضؓ کے نکاح میں دے دیتا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیٹی سے آپ کا نکاح ہوا تو کسی نے پوچھ بھی لیا کہ آپؐ نے پھر دوسری بار انہی پر انعام کیا ــ حضورؐ کا ارشاد موجود ہے " یہ انعام تو میرے اللہ کا ہے۔ اسی نے عثمان رضؓ کا نکاح کر دیا" اور ہجرت میں پہلا مہاجر جس نے حبشہ کی طرف ہجرت کی ــ حضور علیہ السلام کی بیٹی آپ کے ہمراہ تھی وہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے کہ" ایسا نفیس جوڑا روئے زمین پر نہیں ہے۔

جن کا مزاج ایسا تھا کہ حضورؐ آرام فرما ہیں آپؐ کی پنڈلی مبارک ننگی تھی ۔ چادر اُٹھی ہوئی

تھی۔ سیدنا صدیقِ اکبرؓ بیٹھے تھے۔ فاروقِ اعظمؓ بیٹھے تھے۔ کسی نے عرض کیا کہ حضرت عثمانؓ حاضر ہو رہے ہیں۔ تو آپؐ نے فوراً اپنی چادر نیچے کر دی۔ حالانکہ شرعاً کوئی بات نہ تھی۔ اتنا تک کھل جانا بھی کوئی حرج نہیں تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ بیٹھے ہیں عمر فاروقؓ بیٹھے ہیں حضرت عثمانؓ کا نام سنتے ہی آپ نے چادر نیچے فرما دی۔ ایسا تکلف آپؐ نے کیوں فرمایا؟۔

فرمایا عثمانؓ سے تو فرشتے بھی حیا کرتے ہیں میں کیوں نہ کروں۔ یہ ایسا باحیا شخص ہے کہ میری پنڈلی کھلی دیکھ کر یہ بات ہی نہیں کر سکتا۔ اب ایسے شخص کو کتنی قوت و طاقت کی حاجت ہے۔ یہ معاملہ درپیش آیا اگر کوئی جان بچا تا ہے تو خلافِ اسلام تحریک کو پلیٹ فارم مل جاتا ہے اور اگر یہ پلیٹ فارم نہیں لیتا تو بچاس دن تک پیاس برداشت کرنی ہے اور اس کے بعد ظلماً شہید ہونا پڑا۔

اس شخص نے شہادت قبول کرلی اور حکم دے دیا کہ مدینہ منورہ میں کوئی فوجی کوئی صحابی ان کے خلاف تلوار نہ اٹھائے۔ اپنے ذاتی ملازموں کو بھی روک دیا تھا کہ وہ تلوار نہ اٹھائیں۔ اسی تاریخ میں ہے کہ حضرت علیؓ کو شہید کیا گیا بات نہ بنی۔ حضرت حسنؓ کو گھیرا وہ ان کے قابو میں نہ آئے۔ پھر انھوں نے حضرت حسینؓ کو خانوادے سمیت ذبح کر دیا۔ اور شیعہ کی چوٹی کی کتب میں موجود ہے کہ قاتلانِ حسینؓ شیعہ ہیں اور یہ کہ شیعہ کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ لیکن قتلِ حسین کبھی معاف نہیں ہو گا۔ پھر کسی بھی قتل کے لیے مقتول کے ورثاء مدعی ہوتے ہیں۔ حضرت زین العابدینؓ اکلوتا فرزند حضرت امام حسینؓ کربلا میں زندہ بچا۔ اس کا دعویٰ۔ آپ کی ہمشیرہ جو ساتھ تھیں ان کا دعویٰ۔ آپ کی بیٹیاں جو بچ گئیں ان کا دعویٰ۔ شیعہ کتب میں موجود ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ "شیعوں نے فریب دے کر ظلم سے ہمیں قتل کیا"۔ اس ظلم کے بھی تقریباً نوے برس بعد پہلی کتاب لکھی۔ لوط بن یحییٰ۔ اس کا عنوان تھا۔ مقتلِ حسین۔ نامی جو شیعہ مذہب کی بنیادی کتاب ہے۔ یہ لوط بن یحییٰ نے ۱۴۹ ہجری میں محرم ۶۱ھ کا واقعہ ہے۔ حضرت حسین علیہ السلام کی شہادت نوّے برس بعد اس نے کتاب لکھی۔ مقتلِ حسین۔ جس میں وہ ساری باتیں لکھتا ہے۔ گھوڑا یہ کہتا ہے۔ گدھا یہ کہتا ہے۔ نامی یہ کہتا ہے۔

اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی تاریخ اسلام میں جتنے حوالے ملتے ہیں ان سب کا راوی بالآخر لوط بن یحییٰ ہے۔ جو پرلے درجے کا رافضی ہے۔ اس کا روح رواں ہے ۔۔۔ اور اس کے بعد تیسری صدی ہجری اور چوتھی صدی ہجری میں وہ کتابیں انہوں نے لکھیں جو ان کے بزرگوں نے چھوڑی تھیں ۔ خود ان کی کتابوں میں موجود ہے کہ ان کتب سے پہلے شیعہ مذہب کا کوئی وجود نہیں تھا۔ کسی حرام حلال کے متعلق بھی کوئی حکم نہیں تھا۔ اور یہ وہ ظالم ترین تاریخ ہے جس نے کلمے کے مقابلے میں کلمہ نماز کے مقابلہ میں نماز قرآن کے مقابلے میں اصول کافی روزے کے مقابلے میں روزہ نکاح کے مقابلے میں نکاح وراثت ۔۔۔ پوری انسانی زندگی کے سارے احکام و آداب اسلام کے مقابل بنا کر نیا ایڈیشن کفر کا ایڈیشن بنا کر پیش کر دیا اور آج تک ان کا دعوٰی یہ ہے کہ اصلی اسلام یہ ہے جو ہمارے پاس موجود ہے ۔ تب سے اب تک بیت اللہ شریف کی تاریخ میں موجود ہے کہ بنائے ابراہیمی کے بعد جب سے حضرت خلیل اللہ ابراہیمؑ نے تعمیر کیا ہے ۔ سب سے پہلا حملہ ابرہہ نے کیا تھا ہاتھیوں کے ذریعے۔ اس کے متعلق آپ سب جانتے ہیں ۔ جیسے اللہ تعالےٰ نے ابابیلوں کے ذریعے ختم کرا دیا تھا۔ یہ وہ سال تھا جس سال حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی۔

اس کے بعد قریش نے تعمیر نو کی بیت اللہ شریف کی ۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لڑکپن تھا ۔۔۔ اب یہ حجرِ اسود جہاں نصب ہے، یہ حضورؐ نے یہاں لگایا تھا ۔

مشہور واقعہ ہے ۔ قریشیوں نے ٹھان لی تھی ۔۔۔ سرداروں نے پتھر ایک تھا ۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ کل صبح جو سب سے پہلے خانہ کعبہ میں آئے گا وہ فیصلہ کرے گا ۔ پہلے حضور اکرمؐ آئے تو دیکھ کر انہوں نے کہا ۔۔ یہ اچھا ہے۔ حضور علیہ السلام نے اپنی چادر مبارک بچھا دی اور سب سرداروں کو حکم دیا کہ ایک ایک ہاتھ چادر میں ڈالو ۔۔ سارے چادر کو اوپر اٹھاؤ تو سب کو سعادت مل گئی ۔ پھر حضورؐ نے اپنے دست مبارک سے چادر سے اٹھا کر اس جگہ لگا دیا جہاں اب حجرِ اسود ہے ۔۔۔ اس کے بعد قرامطہ ایک شاخ ہے شیعوں کی ۔۔ رافضیوں کی ۔۔ انہوں نے بہت لوٹ مچائی ۔ تیسری چوتھی ہجری میں ۔۔۔ اس زمانے میں ۔۔۔ خلافت کمزور تھی ۔۔۔ ڈاکے مارنا ان کا کام تھا۔ لوگ حاجیوں کو لوٹتے تھے ۔

ایک دفعہ انہوں نے بیت اللہ پر بھی یلغار کی۔ انہوں نے حاجیوں کو قتل کیا۔ حجرِ اسود کو اکھاڑ کر اپنے ساتھ لے گئے اور تیس برس تک واپس نہیں کیا۔ بعد میں آنے والے خلیفہ نے تین ٹن زر و جواہر دے کر لیا۔ تب تک انہوں نے گندگی کے ڈھیر میں دبایا چھپایا ہوا تھا۔ اس لیے چاندی کا غلاف بنا کر دو ٹکڑے جوڑ کر اس میں فٹ کیے تھے۔ اب چاندی کا غلاف بنا کر فٹ کیا۔ اب یہ چاندی اس لیے بنائی کہ شیعہ نے اسے توڑ دیا تھا۔

چونکہ انہوں نے قرآن مجید کے مقابلے میں انہوں نے بہت سی کتابیں گھڑ لیں۔ بیت اللہ کے مقابلے میں دوسرا بیت اللہ نہ بنا سکے ویسے کہتے ہیں کربلا سے ہو آنا حج سے افضل ہے۔ حج یہی ہے لیکن یہ دنیا کو باور نہ کرا سکے۔

تیسری بار کوشش کی کہ وقتی طور پر حجاج بن یوسف کو قتل کر کے نقصان پہنچایا۔

تیسری کوشش انہدامِ کعبہ کی اس بار ہوئی۔ اس سے پہلے چند لوگوں نے کعبہ پر قبضہ کر لیا تھا وہ اس قسم کا نہیں تھا۔ وہ چند بے وقوف لوگ تھے وہ دراصل سعودی حکومت کے خلاف تھے۔ اور سعودی حکومت سے اپنے کچھ مطالبات منوانا چاہتے تھے۔ غلط پلاننگ کی تھی۔ اگر انہوں نے قبضہ کرنا ہوتا تو کسی شاہی محل پر قبضہ کرتے۔ کسی شہزادے کو حراست میں لیتے۔ یرغمال بناتے۔ انہوں نے کعبہ پر حملہ کر کے حاجیوں کو یرغمال بنایا۔ ان کا خیال تھا کہ حکومت اس طرح کمزور پڑ جائے گی۔ لیکن حکومت نے دوسرا راستہ اختیار کیا۔ وہ سازش بیت اللہ کے خلاف نہ تھی۔

اس سال اس بے ایمان نے جو یہ مجسمہ شیطان ہے لعنت کا مدعی ہے خمینی۔ اس نے ایک باقاعدہ منصوبہ تیار کیا ہے جس میں روس اور اسرائیل باقاعدہ طور پر منظم سازش کی گئی اور ایک لاکھ ترانوے ہزار حاجی حج کے نام پر بھیجے گئے جن میں اسی ہزار باقاعدہ فوجی تھے اور اسی ہزار کے قریب ایسی دوسری رضاکار تنظیموں کے رضاکار تھے کے ممبر مرد اور عورتیں وہ تھیں جو ٹرینڈ تھیں۔

بائیس سے تیس ہزار کے قریب وہ لوگ تھے جو اس منصوبے کے علاوہ عام لوگ تھے دیہاتی قسم کے جو حج پر جاتے ہیں۔ تو اس طرح ڈیڑھ لاکھ افراد سے زیادہ تربیت یافتہ تھے۔ ان کا منصوبہ یہ تھا کہ دونوں حرمین کو بیک وقت اڑا دیا جائے روضۂ اطہر کے ساتھ۔

یہ ایک کوشش یہود نے یہ کی تھی کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ مسعود وہاں سے نکال ہی لیا جائے۔ اس کے لیے انہوں نے دو آدمی مقرر کیے تھے جو مسلمانوں کے لباس میں مدینہ منورہ رہتے تھے وہ مسلمانوں کو پانی پلاتے تھے۔ خدمت کرتے گلی کے پار انہوں نے ایک مکان لیا ہوا تھا۔ رات کو وہ اس سے سرنگ نکالتے۔ اور اس کی مٹی نکلتی تھی انہی مشکیزوں میں لے جاتے جن مشکیزوں میں وہ پانی لے آتے۔ اور وہ مٹی جنت البقیع میں پھینک آتے رات کو۔ اور صبح سے وہ مشکیزے پانی کے لاتے۔ دن بھر وہ حاجیوں کو پانی پلاتے یہ سلطان نورالدین زنگی کا زمانہ تھا۔ جسے خواب میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور وہ دو آدمی دکھائے۔

یہ تاریخ اسلام کا معروف واقعہ ہے کہ دو کتے مجھے تنگ کر رہے تھے مدینے سے تین مہینے کی مسافت سے نورالدین مصر میں موجود تھا اور اس اعتبار سے تین مہینے کی مسافت پیدل تھی۔ وہ سولہ دن میں وہاں پہنچ گیا۔ اور اس نے حکم دیا کہ مدینہ کا ہر آدمی میرے سامنے سے گزارا جائے۔ ایک ایک آدمی کو وہ دیکھتا گیا۔ وہ اسے نظر نہ آئے۔ اس نے کہا کچھ آدمی رہ گئے ہیں۔ عرض کی گئی یا امیر دو آدمی رہ گئے ہیں وہ فقیر ہیں درویش ہیں۔ لوگوں کی خدمت کرتے ہیں۔ جو سامنے گزرتا تھا اسے کچھ نہ کچھ انعام دیتا تھا۔ جب وہ دو آدمی لائے گئے تو اس نے پہچان لیا کہ ان کے مکان کی تلاشی لی گئی تو وہاں سے انہوں نے ایک سرنگ نکال رکھی تھی۔ قالین کے نیچے ایک تختہ تھا۔ تختہ اٹھایا تو نیچے سرنگ تھی جو روضۂ رسولؐ کی دیوار کو چھو رہی تھی۔ اس شخص نے انہیں سخت سزا دی اور اس نے روضۂ اطہر کے گرد بنیادیں کھدوائیں اور جہاں پانی آ گیا وہاں سیسہ بھروانا شروع کر دیا اور زمین تک سیسہ بھروا دیا جسے پھر سرنگ نہ لگائی جا سکے۔ اور اس کے ارد گرد وہ جالی لگوا دی جس کی زیارت آج ہم کرتے ہیں۔ یہ جالی ان بنیادوں پر ہے جو نورالدین زنگی نے سیسہ پلا کر پانی سے لے کر زمین تک بنوا دی۔

اس کے بعد ایک رافضی گورنر آیا مدینہ منورہ میں۔ اس نے کچھ آدمی مقرر کیے کہ وہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو وہاں سے نکال لے۔ اس نے دراب کو حکم دیا کہ بارگاہِ نبوت سے مسجدِ نبوی عشاء کے بعد ہمیشہ سے

بند کر دی جاتی ہے اور تہجد کے وقت کھلتی ہے ___ اس وقت بھی بند ہو جایا کرتی تھی بواب دروازے بند کر دیا کرتے تھے۔ اس نے باب السلام پر جس دربان کی ڈیوٹی تھی اسے گورنر نے حکم دیا کہ رات کچھ لوگ آئیں گے ان کے لیے دروازہ کھولنا ہوگا ___ اب بواب کی کیا جرات کہ گورنر کہے اور وہ نہ کھولے ___ اور رات کے وقت وہ لوگ آئے تو ۴۰ کے قریب آدمی تھے ___ ان کے پاس گینتیاں اور کدال اور سلیجے تھے ___ وہ بواب باہر رو رہا تھا کہ یا خدا یہ کیا ظلم ہے یہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ سلطان عبدالحمید کا بنایا ہوا منبر سے اری طرف ہے ___ اس کے قریب پہنچے تو زمین کھل گئی اور وہ اس میں سما گئے ___ آپ اگر وہاں جائیں ___ اللہ آپ کو لے جائے اور قالین اٹھا کر دیکھیں تو وہاں سیاہ دائرے بنا دیئے ہیں حکومت نے ___ فرش پکا کرایا گیا ہے پہلے صاف تھے۔ جب فرش بنایا گیا تو وہاں سیاہ دائرے بنا دیے گئے اب بھی وہ دائرے قالینوں کے نیچے موجود ہیں۔ اس کے سامنے سلطان عبدالحمید کا منبر ہے۔ ساتھ دیوار ہے جیسے ان لعینوں سے اللہ نے محفوظ رکھا ہے ___ ان کی کتابوں میں موجود ہے :

فلما جاء قائدنا ۔ اول من بایعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " کہ جب ہمارا امام آئے گا تو سب سے پہلے اس کی بیعت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کریں گے۔" حضورؐ کو قبر سے اٹھایا جائے گا۔ ابوبکرؓ و عمرؓ کو نکالے گا۔ حضرت عائشہؓ کو نکالے گا اور انہیں سزا دے گا۔" بڑا لمبا بکواس لکھا ہے اس کی تقلید کا منصوبہ انہوں نے اس سال بھی کیا جس کے لیے ڈیڑھ لاکھ کے قریب باقاعدہ ٹرینڈ فوجی انہوں نے اس سال بھیجے ___ بارضاکار اور پچانوے کلوگرام وہ بارود ان سے پکڑا گیا جو صرف فوجی کارخانوں میں بنتا ہے اور فوجی کاموں میں استعمال ہوتا ہے ___ جیسے بڑے سے بڑا پہاڑ۔ بڑے بڑا قلعہ اور دیوار اڑائی جا سکتی ہے۔ جو کبھی سول میں فروخت نہیں ہوتا اور انہوں نے اس طرح سے چھپایا تھا کہ بیگ کے نیچے جو تختی ہوتی ہے لکڑی کی لگائی ہوتی ہے اس کو نکال کر اس میں بارود بھر دیا پھر اس کو جوڑ دیا۔ پھر بیگ میں لگا دیا ___ لیکن وہ اسلحہ جس نے ابرہہ کو روکا تھا،

جس نے اسے زمین میں غرق کیا تھا اس نے کسی سعودی سپاہی کا ہاتھ اس تختی تک پہنچا دیا۔ وہ تلاشی تو کرتے ہیں ملبوسات کے لیے لیکن اس نے اس طرح ٹھوکا کہ وہ تختی باہر نکل آئی ادھڑ کر۔ اس نے سارا سامان روک لیا تو پچاس کلو بارود برآمد ہوا ان کے سامان میں سے جس کا انہوں نے لیبارٹری ٹیسٹ کر کے بتایا کہ ایس۔ ای۔ اد ہے۔ بڑے سے بڑے پل کے نیچے تھوڑا سا آپ لگا دیں تو سارا پل اڑا دے گا۔ اور پچاس کلوگرام دونوں حرمین کو تباہ کرنے کے لیے ضروری نہیں تھا۔ دس پندرہ کلوگرام چاہیے تھا کہ کوئی پکڑا گیا تو کچھ تو نکل جائے گا۔ اور ان کا پروگرام تھا کہ جب دونوں حرمین میں انتہائی رش ہو تو بیک وقت دونوں میں بلاسٹ کر دو تاکہ کوئی عمارت بھی نہ رہے اور کوئی حاجی بھی نہ بچے۔

اور جب یہ منصوبہ منکشف ہوا تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے کہ خدانخواستہ اگر یہ ہو جاتا تو اس کا مطلب یہ تھا پورے عالم اسلام میں اس کی کمر ٹوٹ جاتی۔

پوری دنیا کے مسلمانوں پر اس سے بڑا کوئی وار نہیں کیا گیا اور اتنا ذہنی طور پہ اتنا تباہ نہیں کیا جا سکتا تھا جتنا اس واقعے نے تباہ کرنا تھا۔ لیکن یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے بچا لیا۔ خود سعودی فوجیوں نے ان سے سارا بارود لے لیا۔ درمیان میں باقاعدہ فٹ کر کے نیچے پہیے لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے نیچے سے ادھیڑ لیا۔ انہوں نے لیبارٹری ٹیسٹ کے بعد انہوں نے نمونے کے طور پر دکھلایا کرین سے ایک گاڑی اٹھا کر دوسری پر رکھ دی اور اتنے سے بارود لگا کر گاڑی کے دروازے کے اندر پھینک دیا جب بلاسٹ ہوا تو گاڑی بھک سے اڑ گئی۔

اگر آپ تنہائی میں ذرا سوچیں خدانہ کرے کبھی ایسا ہو کہ یہ عالم اسلام کی اس سے بڑی تباہی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن چونکہ وہ سارا بارود وہاں ایئرپورٹ پر پکڑا گیا تو پھر انہوں نے مدینہ منورہ میں میٹنگ کی۔ جس مجلس میں ان کے پارلیمنٹ کے ممبر موجود تھے۔ ان کا ایک جرنیل موجود تھا۔ خمینی کی بیوی موجود تھی۔ اس میں انہوں نے یہ طے کیا اب یہ منصوبہ اس طرح تو کامیاب نہیں ہوا تو ایسا کرو کہ بیت اللہ پر قبضہ کر کے حاجیوں کو اعتماد میں لو اور بیت اللہ پر خمینی کا فوٹو لگا دو اور حاجیوں سے کہو کہ وہ ان کی بیعت کریں اور ان کی امامت

کو تسلیم کرے۔ جو ان کی بیعت نہ کرے اور امامت کو تسلیم نہ کرے اسے قتل کر دیا جائے جس دن انہوں نے فوجی طریقے سے یہ منصوبہ بنایا کہ جنت المعلیٰ اور مسجد جن کے پاس مظاہرہ کیا جائے۔ انہوں نے بیت اللہ سے جنت المعلیٰ تک بڑی سڑک کے دونوں طرف کی جو عمارتیں ہیں انہوں نے کرایہ پر لے لیں۔ پانچ سڑکیں اس بڑی سڑک کو انٹر کرتی ہیں سب سائیڈ کے محلے سے دائیں بائیں سے۔ وہ محلے ان سے بھر گئے اور انہوں نے اکتیس تاریخ کے دن جمعہ تھا۔ دوم کو حج شروع ہو رہا تھا، یکم کی رات کو احرام باندھ کر نکلنا تھا تو سب سے زیادہ حاضری جو تھی بیت اللہ کی اس میں اس جمعہ کو تھی۔ ہر آدمی کی یہ کوشش تھی کہ وہ سب سے پہلے پہنچے۔ چھ کلو میٹر اندازاً دور ہے بیت المعلیٰ باب سلام حرم شریف سے۔ انہوں نے جنت المعلیٰ کے قریب مظاہرہ شروع کیا جس میں آپ کے پاکستانی رافضی بھی موجود تھے۔ پونے دو لاکھ ایران کے رضا کار تھے۔ یہاں سے بھی جتنے گئے انہوں نے بھی حصہ لیا۔ اور وہ اس بارود سے لے کر اس ہنگامے تک ساری ویڈیو کیسٹ کر لی گئی تھی۔ میرے پاس موجود ہے اس میں یہ دیکھے جا سکتے ہیں۔ ان کی شلواریں قمیضیں ہیں۔ ایرانیوں کی پینٹیں ہیں۔ جن کا اتنا بہترین منصوبہ تھا کہ ہنگامہ کے وقت جتنی پولیس اور گارڈ اور سیکورٹی وہاں موجود ہے وہ وہاں آجائے ہنگامہ والوں کو روکنے کے لیے۔ جب وہ وہاں چلی جائے جمع ہو جاتے تو جو سڑکیں پیچھے سے جائین کرتی ہیں باقی لوگ ادھر سے نکل کر سیکورٹی کے پیچھے آجائیں تو دس بیس ہزار آدمی اس طرح عرب سیکورٹی درمیان میں آجائے گی اور لاکھ سوا لاکھ سیکورٹی اور حرم شریف کے درمیان آجائیں گے۔ باقی جو ہیں ان کا کام ہے حرم کے دروازے پر قبضہ کر لیں۔ اور حاجیوں کو اندر بند کر لیں اور جو خمینی کی بیعت کر لیں ان کو چھوڑ دیں اور خمینی کو امام منوائیں اور بیت اللہ پر خمینی کی تصویر لگائیں۔ جہاں جہاں ٹی وی کیمرے لگے ہوں ان کا کنٹرول لے لیں اور ان کو اسی وقت روئے زمین پر ٹیلی کاسٹ کریں۔ چونکہ اس وقت ساری کاروائی ٹیلی کاسٹ ہوتی ہے نماز بھی ٹیلی کاسٹ ہوتی ہے۔ اور بالکل اسی طرح انہوں نے کیا۔ جنت المعلیٰ کے قریب ان کا جلوس نکلا۔ پھر جلوس کھمبوں پر چڑھ گیا۔ کھمبوں کے اوپر اونچے اونچے انہوں نے اشتہار لگا دیئے اور خمینی کی تصویریں لگا دیں۔ پھر جب

وہاں پولیس اور سیکورٹی جمع ہو گئی تو اس پر حملہ کر دیا۔ گاڑیاں جلا دیں موٹر سائیکل جلا دیئے اسی کے قریب سپاہی قتل کر دیئے۔ پولیس کے چاقو اور چھریاں اور وہ ڈنڈے جن پر جھنڈے لگائے ہوئے تھے ان پر برسائے۔ لیکن خدا نے توفیق دی سعودی عرب کی حکومت کو ان کا یہ سارا پروگرام ان لوگوں نے تبدیل کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے لوگ انٹیلی جنس ان کے پیچھے لگا دیئے، مدینہ منورہ کی جو میٹنگ ہوئی تھی اس میں یہ فیصلہ ہوا کہ ساری کاروائی سعودی حکومت . . . . انتا اہم کام تھا کہ خود بادشاہ نے اس آپریشن کی نگرانی کی ہے۔ جو اس نے کام کروایا ہے بادشاہ حرم کے اندر بیٹھ گیا اور وزیر دفاع ہیلی کاپٹر پر بیٹھ کر نگرانی کرتا رہا۔ جب یہ ہنگامہ جنت المعلی کے قریب ہوا تو گلیوں سے نکل کر اس تیزی سے لوگ بیت اللہ شریف کے لیے آئے کہ باب سلام تک پانچ کلومیٹر کا راستہ ہے جس سے چھ چھ گاڑیاں گزرنے کا راستہ ہے وہ لوگوں سے بھر گیا۔ جب حرمین شریفین کے دروازے پر قبضہ کرنا چاہا تو وہاں سعودی حکومت نے پابندی کی پتہ نہیں کیا کیا انہوں نے لیکن کیا ایسا کہ پھر لاکھ دو لاکھ کو بھاگتے بنی۔ دروازوں سے

اور انہوں نے یہ ساری تفصیل عرب نیوز میں دے دی۔ پوری دنیا کے اخباروں میں یہ ساری تفصیل آئی۔

پاکستانی اخباروں میں یا شیعوں کا قبضہ ہے یا قادیانیوں کا۔ پانچ چار جو قومی اخبار ہیں شیعوں کے ہیں یا مرزائیوں کے۔ ان میں یہ تفصیل نہیں آئی۔

میرے پاس سعودی گزٹ کی وہ کاپی موجود ہے جس میں یہ ساری تفصیل اور ڈیٹیل دی ہے۔ انہوں نے یہ لکھا ہے کہ تیسری دفعہ شیطان النسان بن کر خمینی کے روپ میں اُبھرا ہے تو اللہ کریم نے ان کی یہ دوسری کوشش بھی ناکام کر دی۔ سعودی حکومت نے یہ بڑے کھلے دل سے اعتراف کیا ہے کہ جو کچھ بھی ہوا ہے۔ یہ از خود حیران کن بات ہے کہ ہم نے یہ کیسے کر دیا۔ محافظ ہم نہیں محافظ خود وہ ذات ہے جس نے ابرہہ سے بیت اللہ کی حفاظت کی۔

آپ لبیک اللھم لبیک کہتے ہیں۔ لیکن جنہوں نے کاروائی کی ان لوگوں کی گھڑیوں کے اندر تک لکھا ہوا تھا لبیک یا خمینی لبیک یا خمینی وہ اس قسم کے ڈائیلاگ بولتے تھے۔ اور خدانخواستہ اگر ڈیڑھ لاکھ آدمی خانہ کعبہ پر

قابض ہو جاتا اور حرم کے اندر جو پانچ لاکھ آدمی تھے ان کا جو حشر ہوتا اور حرم کی جو توہین ہوتی اور جو ظلم وہاں برپا کرتے ان کا تصوّر تک نہیں کیا جا سکتا ـــ اور یہاں یہ ستیوں کے پیر ہیں ـــ

یہاں ان کے جھنڈوں کے ساتھ ستی روپے باندھتے ہیں ـ یہاں ان کے ساتھ ستی نکاح کرتے ہیں ـ یہ شرعاً حرام ہے ـ اب لوگو اگر اب بھی نہیں سمجھ سکتے ـ جو میرا خیال ہے میرا نظریہ ہے میرا عقیدہ ہے اللہ نے ابابیل اس لیے بھیجے تھے زمین پر اللہ کو ماننے والے افراد موجود نہیں تھے ـ مسلمان موجود نہیں تھے ـ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ظہور نہیں ہوا تھا ـــ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو بیت اللہ کو انہوں ؐ نے آزاد کرایا تھا ابابیلوں نے نہیں ـ تب سے لے کر اب تک امت محمدیہ پر اس کی حفاظت فرض ہے ـ اب کبھی ابابیل نہیں آئیں گے ـ ابابیل تب آئے تھے جب مسلمان زمین پر موجود نہیں تھے ـ اب ابابیل کا انتظار کرنا درست نہیں ہے ـ اب کعبہ کی حفاظت مجھ پر آپ پر روئے زمین کے ہر مسلمان پر فرض عین ہے ـــ اور یہاں ہم رواداری کا نام دیتے ہیں ـــ

خنزیروں کا پالنا کہاں رواداری ہے ـ موذی جانوروں کو انسانیت کی تذلیل کے لیے پالنا رواداری نہیں ہے ـ اور ایمان کے اعتبار سے یہ زیادتی ہے بےغیرتی ہے ـــ آپ دنیوی معاملات میں غیور رہیں غیرت مند ہیں ـ زمین کسی کو نہیں دیتے ـــ کسی کو اونچی بات نہیں کرنے دیتے ـــ دین پائمال ہوتا رہے لوگوں کی غیرت کو کچھ نہیں ہوتا ـ دوسو کروڑ مسلمان اسلام کا دعویٰ کرنے والے دنیا پر موجود ہیں اور چند ذلیل کتے روضۂ اطہر کو بھی پائمال کرنا چاہتے ہیں بیت اللہ کو بھی اڑا دینا چاہتے ہیں ـــ ان کی حیثیت کیا ہے ؟ حکمرانوں کو اپنی حکومت کی فکر ہوتی ہے کہ وہ ناراض ہو جائیں گے لیکن عام مسلمان کیا کریں ـ لیکن اگر یہ جرأت نہ ہو کم از کم اس سے خبر تک تعلق نہ رکھیں ـــ آپ اس حرم پر عملاً حملے کے بعد ان سے تعلق رکھنے والا شخص میں نہیں سمجھتا کہ اس میں رائی برابر بھی ایمان ہو ـ ذرّہ بھر بھی اسلام ہو ـــ اس کے بعد بھی اگر کسی کو شیعہ کا لحاظ ہو ہم پر یہ حکومت کرتے ہیں ـــ ہمارے ملک میں ہماری فوج میں ہماری صنعت میں ہمارے ریڈیو ہمارے

ٹیلی ویژن پر ہمارے اخبارات پر ہمارے بینکوں پر ہمارے سارے کاروبار پر سب پر یہ چھائے ہوئے ہیں عیش کرتے ہیں اور سارے سُنّی ان کی سپورٹ کرتے ہیں۔ سُنّی انہیں ممبر بنا کر بھیجتے ہیں۔ وزیر بناتے ہیں۔ یہ سُنّی ہیں جنہوں نے ان کو قبول کر رکھا ہے۔ جو شخص بھی ان بدبختوں کی رائی برابر امداد کرے گا میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ شخص اس حملے کے بعد مسلمان کہلانے کا قطعاً حقدار نہیں ہے۔ جو شخص روضۂ اطہر کی حرمت کو پامال کرنے تک تلا ہوا ہو۔ اللہ اسے تباہ کرے۔ آپ اندازہ کریں کہ اس کی بیوی گئی ہے وہاں اس حملے کی قیادت کرنے کے لیے۔ اس حملے کی جو بیت اللہ پر ہوا اس سے زیادہ خباثت اور کیا ہو گی۔

امام تو ہیں لیکن جہنم کا وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ اِلَى النَّارِ۔ یہ امام جہنم کی طرف راہنمائی کرنے والا امام ہے۔ یہ قطعی طور پر زندیق و کافر اور اس کو ماننے والے کافر اور اس کو کافر نہ کہنے والے بھی کافر و بے ایمان ہیں۔ ان کے ساتھ کسی طرح کا تعلق رکھنا اس کے بعد اس سے پہلے انسانی تعلقات کی کچھ بنیاد موجود تھی لیکن میرے خیال کے مطابق اس کے بعد اس کی اب قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ہم اور کچھ نہیں کر سکتے لیکن ان کے ساتھ قطع تعلق کر لینا ہمارے بس کی بات ہے۔ لوگو آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ وہاں انہوں نے کتنا ظلم کیا۔ اور اس کے باوجود پھر انہیں حج کی اجازت دی جاتی ہے۔ یہ قطعی کافر ہیں۔ ان کو کافر قرار دیا جائے اور ان پر بین کیا جائے حرمین شریفین میں داخلہ کیونکہ یہ کافر تو ہیں پہلے دن ہی سے۔ انہیں کافر قرار کیوں نہیں دیا جاتا۔

یہ ایک مختصر سی اطلاع تھی جو میں نے آپ تک پہنچائی۔ میرے پاس اس کی مکمل کیسٹ موجود ہے اس کی تفتیش کی اور انکوائری کی بھی اور جلسے اور ہنگامے کی بھی۔ تو میں نے یہ اطلاع آپ تک صرف اس لیے پہنچائی ہے اور میں چاہتا تھا کہ یہ اطلاع پاکستان کے مسلمانوں تک پہنچا سکوں۔ کہ مسلمانوں میں اگر غیرتِ ایمانی موجود ہے۔ یہ لوگ چھائے ہوئے ہیں سارے معاملات میں ذرائع مواصلات میں ان میں بیشتر ننانوے فیصد ملعون ہیں۔ میں نے مدینہ منورہ میں وہاں اداریہ پڑھا کہ ہماری مسلمانوں کی جنریشن جھک گئی ہیں اور ملامت بھی مسلمانوں پر ہو رہی ہے۔ کیوں....

اور پاکستان کے مسلمان اس حملہ میں مرنے والوں کو شہدا کہتے ہیں۔ بیت اللہ پر حملہ آور ہوں اور شہدا ہوں۔ سنی شیعہ بھائی بھائی قطعاً نہیں دشمن ہیں۔ لیکن یہ نعرہ ہے سنی بھائیوں کا۔ بڑی حد تک ناواقفیت ہے ہمارے سنیوں کی۔ شیعہ حضرات مذہبی لٹریچر بھی چھپوا رہے ہیں اور وہ اس واقعہ کو اور رنگ دے رہے ہیں بہرحال ان کی یہ پوری کوشش تھی کہ جس میں روس اور اسرائیل کا پورا منصوبہ تھا وہ ناکام ہو گیا اور سعودی حکومت نے بڑے صبر و تحمل اور پوری جرأت کے ساتھ اور پوری تفصیل اور اخبارات کو دی۔ اب بھی اس کے پیچھے اسرائیل کا منصوبہ برقرار ہے۔ اس کی تفاصیل ساری دنیا کے اخبارات کو دی۔ ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہمارے اخبارات نے اس خبر کو لگنے ہی نہیں دیا۔ انہوں نے روس اور اسرائیل سے کچھ چھپا کر نہیں رکھا۔ اور پورے عالم میں انہوں نے وفود بھیجے ہیں۔ خدا مسلمانوں کو توفیق دے کہ سارے مل کر اس حقیقت کا اعتبار کر لیں کہ یہ کافر واقعی کافر ہیں اور اللہ ان کے شر سے حرمین شریفین کو محفوظ کرے۔ مجھ پر۔ آپ پر اور ہم سب پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اس کے لیے ہم کوشش کریں اللہ کریم مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ حرمین کی حفاظت و خدمت کا فرض ادا کریں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

●●

"اے راہِ آخرت کے مسافر! تُو ہر وقت رہبر کے ساتھ رہ۔ یہاں تک کہ وہ تجھ کو پڑاؤ پر پہنچا دے۔ راستہ بھر اس کا خادم بنا رہ۔ اس کے ساتھ حسنِ ادب کا برتاؤ رکھ۔ اس کی راہ سے باہر مت ہو کہ وہ تجھ کو واقف کار بنا دے گا اور خدا کے قریب پہنچا دے گا۔"

(حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ)

"یاد رکھو! فقیر فنا فی اللہ صاحبِ حضورؒ ہوتا ہے۔ وحدانیت میں غرق کرنا اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچانا اس کے لیے مشکل نہیں، بلکہ آسان ہے۔ مرشدِ کامل ہی طالب کا ہاتھ پکڑ کر منزلِ مقصود تک پہنچا سکتا ہے۔"

(حضرت سلطان باہوؒ)

"دعوتِ الی اللہ کی برکات

کا فریضہ ادا کرنے والے کے لیے

گناہوں سے بچنا سہل کر دیا جاتا ہے"

الوداعی خطاب حضرت المکرم

بر موقع سالانہ اجتماع. دار العرفان ۱۹۸۷ء

خطبہ مسنونہ کے بعد حضرت المکرم مدظلہ العالی نے ارشاد فرمایا:

زندگی کا ایک اور سال تمام ہوا۔ اور آج تک کے اس بڑے طویل اور بڑے لمبے سفر میں جس بات سے مجھے ہمیشہ شکوہ رہا ہے، وہ یہ ہے کہ ہر ساتھی، ہر دوست یہ توقع رکھتا ہے کہ کوئی مجھے سنبھال کر چلتا رہے۔ یہ وہ بات ہے جو قوموں کی زندگی میں ہمیشہ رکاوٹ بنتی ہے۔ رہنمائی کرنا، راستے کے نشیب و فراز سے آگاہ کرنا، برکاتِ نبوی ﷺ کو احباب تک پہنچانا۔ یہ تو اس شخص کی ذمہ داری ہے جسے خدا یہ خدمت سونپ دے۔ لیکن

متعلقین میں سے بھی ہر ایک پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اللہ جلّ شانہٗ کی بارگاہ کا داعی بن جائے۔ نبیٔ رحمت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی طرف۔ آپؐ کے جمال اور آپؐ کے کمال کی طرف دعوت دینے والا بن جائے ــــ اور کسی دوسرے کو دعوت دینے کے لیے از خود یہ ضروری ہے کہ وہ شخص خود اس پر عمل کر رہا ہو۔ خود عامل ہو۔ یہی طریقہ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حجتہ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔ جن لوگوں تک بات پہنچی ہے یا جو حاضر ہیں وہ ان تک پہنچا دیں جو حاضر یا موجود نہیں ہیں۔ یہی وہ جذبہ تھا جس میں صحابہ اکرام رضوان اللہ اجمعین کو مکتہ المکرمہ اور مدینتہ المنورہ کی روشن اور منوّر گلیوں سے اٹھا کر روئے زمین پر پھیلا دیا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے، کہ جسمانی قرب کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، جب تک قربِ معنوی حاصل نہ ہو۔ قلبی اور روحانی باطنی تعلق جب تک مضبوط نہ ہو۔ محض وجود کو مکتہ المکرمہ رکھنے سے یا مدینتہ المنورہ میں رکھنے سے وہ بات نہیں بنتی۔

اللہ جلّ شانہٗ کا احسانِ عظیم ہے کہ اُس نے ان برکات کو بہت تھوڑے سے وقت میں روئے زمین پر پھیلا دیا۔ اب اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم میں سے ہر ایک دوست اپنی ذمہ داری کو محسوس کرے اور ان برکات کو زیادہ سے زیادہ قلوب تک پہنچائے۔ جب تک آپ پیچھے دیکھتے رہیں گے کہ کوئی تحرک ہو تو میں حرکت کروں۔ تب تک وہ نتائج مرتّب نہیں ہوں گے جو ہونے چاہئیں۔

یہ راستہ بظاہر بہت مشکل، بہت کٹھن، بہت دشوار ہے لیکن اگر اللہ کریم خلوص دے دے تو یہ آسان ترین راستہ ہے۔ بات صرف مقصد یا طلب کے تبدیل ہو جانے کی ہے ــــ انسان دنیا میں رہتے ہوئے کسی طرح بھی دنیا کی طلب سے آزاد نہیں ہو سکتا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ضرورتوں سے تو آزاد نہیں ہو سکتا۔ تو ان کی تکمیل کے ذرائع کی طلب سے کیسے آزاد ہو گا۔ برکاتِ نبوّت کا کمال یہ ہے کہ رُخ بدل جاتا ہے۔ دنیا کی طلب دوسرے درجے میں، ثانوی درجے میں چلی جاتی ہے اور قربِ الٰہی کی طلب جو ہے وہ طلب اوّل ہو جاتی ہے سب پر ــــ یہ ممکن نہیں ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے کسی کو دنیا کی ضرورت ہی پیش نہ آئے یا دنیوی

چیزوں کی ضرورت پیش نہ آئے یا دنیوی امور سے وہ بیگانہ ہو جائے لیکن کمال صرف یہ ہے کہ ان تمام امور کے درمیان رہتے ہوئے۔ معاشرے اور ماحول کے درمیان رہتے ہوئے اپنی منزل کو متعیّن کرے اور اس کی طرف بڑھتا رہے — ہر کام میں اپنی منزل پر نگاہ رکھے اور فانی لذّات کے لیے، عارضی لمحوں کی مٹھاس کے لیے دائمی اور ابدی راحتوں اور آسائشوں کو قربان نہ کرے۔

اللہ کریم نے جہاں ابدی نعمتوں کی تعریف فرمائی ہے وہاں ارشاد ہوتا ہے: وَفِی ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ○ اگر کسی کو طمع ہی کرنا ہو۔ تو وہ ان ابدی نعمتوں کا کرے۔ ابدی راحتوں کا کرے۔ جن کے ساتھ قربِ الٰہی بھی ہے۔ اور حضورِ نبیِ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پسندیدگی اور شفقت بھی شامل ہے۔ جنہیں پھر ابدالآباد رہنا ہے۔ تو اس منزل میں صرف ہمیں اپنی منزل کی طرف، اپنے رُخ کو درست کرنا ہے۔ اپنی طلب کو درست کرنا ہے۔ صرف یہ فیصلہ کرنا ہے بیٹھ کر اپنے آپ کے ساتھ، کہ آخر میں دنیا میں چاہتا کیا ہوں۔ میری منزل کیا ہے۔ اور وہ کونسی چیز ہے۔ جسے ہر قیمت پر مجھے حاصل کرنا ہے اگر یہ طے ہو جائے۔ یہ فیصلہ ہو جائے۔ تو پھر یہ راستہ مشکل نہیں رہتا۔ آسان رہتا ہے۔

ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہم کبھی بھی اس طرح کے قطعی فیصلے نہیں کرتے۔ بلکہ جس طرف زیادہ دباؤ ہو تو اس طرف جھکتے رہتے ہیں۔ کبھی دنیا کی طرف، کبھی دین کی طرف — اس طرح نقصان یہ ہوتا ہے کہ آدمی بہت لمبے راستے میں پڑ جاتا ہے اور زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں کہ کس جھکاؤ پر وہ انسان کا ساتھ چھوڑ دے اور کس موڑ پر راہ تاریک ہو جائے۔ اللہ جلّ شانہٗ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ بات صرف انسان کے اپنے فیصلہ کرنے کی ہے۔ کہ وہ کس سمت جانا چاہتا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک پر یہ ذمہ داری ہے کہ ہم اللہ کے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات کو، برکات کو، دوسروں تک پہنچانے کا سبب اور ذریعہ بنیں۔ ایک ایسا ذریعہ جس کا ایک رُخ بارگاہِ نبوّت سے پیوستہ ہو اور دوسرا رُخ عام انسانوں کے ساتھ۔ اس میں اللہ کریم ایک آسانی یہ فرما دیتے ہیں کہ جو شخص داعی بن جائے یا

دعوت الی اللہ کا فریضہ ادا کرنے لگے۔ اس کے لیے گناہوں سے بچنا سہل فرما دیا جاتا ہے۔ اسے اللہ کی طرف سے حفاظت حاصل ہو جاتی ہے، وہ محفوظ ہو جاتا ہے۔ حفاظتِ الٰہیہ اسے اپنے حصار میں لے لیتی ہے اور اگر آدمی اس منزل پہ نہ پہنچے۔ اور ساری عمر یہ انتظار کرتا رہے کہ دوسرے مجھے چلائیں گے تو میں چلوں گا۔ کوئی مجھے کہے گا تو میں ذکر لوں گا۔ کوئی مجھ سے کہے گا تو میں کسی اجتماع میں شامل ہو جاؤں گا۔ کوئی مجھے لے کے جائے گا تو میں اللہ اللہ کر لوں گا۔ تو اس سے نقصان یہ ہوتا ہے کہ آدمی کو وہ نعمت یا وہ مقام یا وہ جگہ یا وہ منزل نصیب نہیں ہوتی یا ہو تو بہت لمبا عرصہ، بہت لمبا وقت چاہیئے ہوتا ہے۔ حالانکہ انسان کے پاس ہرگز فرصت نہیں ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ دوسرا سانس لے سکے گا یا نہیں۔ دنیا، دنیا کا اقتدار اور دنیا کا وقار، دنیا کی دولت دنیا کے آرام، ان سب کی چمک دمک تو بہت زیادہ ہے لیکن یہ ساری نقلی ہے۔ تھوڑی سی تپش سے پگھل جاتی ہے اور تھوڑے سے دباؤ سے اُتر جاتی ہے۔

اگر آپ روئے زمین پر دیکھیں تو کتنی مخلوق ہے۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک، جن سب کو نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پیغام پہنچایا جانا بہ ضروری ہے اور اُمت مکلّف ہے اس بات کی، میں بھی، آپ بھی، دوسرے سارے مسلمان بھی، ہم اس بات کے مکلّف ہیں اور ہم سے یہ پوچھا جائے گا کہ ہم نے اس دعوت کو کہاں تک پہنچایا۔ تو اس کے لیے ہم سب کی یہ ذمہ داری ہے کہ ہم محسوس کریں تو ــــ کہ جہاں تک ہماری آواز پہنچے۔ جہاں تک ہمارا دائرہ کار ہو۔ جہاں تک ہمیں آنا جانا نصیب ہو۔ جس مجلس، جس محفل میں ہم پہنچیں وہاں دعوت الی اللہ ہمارے ساتھ پہنچے اور کوئی مجلس ایسی نہیں ہونی چاہیئے کہ جس میں اللہ کی عظمت کا اور حضورؐ کی رحمت کا ذکر نہ ہو۔ کوئی سفر ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ جو دعوتِ الی اللہ سے خالی ہو اور کسی سے کوئی ملاقات ایسی نہیں ہونی چاہیئے جس میں اللہ کی دعوت کا عنصر غالب نہ ہو۔ یہ ہمارا فریضہ ہے۔ ہماری ذمہ داری ہے۔ یہ اگر ہم پورا کریں گے تو کسی پر احسان نہیں ہو گا بلکہ وہ فریضہ ادا کریں گے جو ہم پر عائد ہوتا ہے۔ اللہ جل شانہٗ نے آپ کو بہت برکت دی ہے اور حلقۂ ذکر

کو بہت وسعت دی ہے ۔ یہ اس کا احسان ہے اور میرا یہ بھی مشاہدہ ہے کہ کسی محفل میں ، کسی شخص کے ساتھ بھی ، کسی جگہ بھی بات کی جائے تو اللہ کریم اس میں برکت پیدا کر دیتے ہیں ۔ اور لوگوں کے دلوں کو پھیر دیتے ہیں ۔ کیونکہ دل اللہ کریم کے دستِ قدرت میں ہیں ۔ اور یہ بہت بڑا کام ہے کہ آپ کسی ایک بندے کو بھی واپس لا سکیں ۔ میرے خیال میں یہ جو دستور چلا آ رہا ہے کہ کوئی ہمیں بلائے تو ہم جمع ہو جائیں ۔ کوئی ہمیں تحریک دے تو ہم چلنا شروع کر دیں ۔ اب اس سے بہت آگے بڑھنا چاہیئے ۔

وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا ۔ اگر ہم سستی کریں گے تو وقت ہاتھ سے نکل جائے گا جو لمحہ زندگی کا نصیب ہوا سے صحیح مصرف پہ صرف کر لینا چاہیئے ۔ کیونکہ اگلے لمحے کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا ۔ بہت جلدی ہم سب کو اللہ کے حضور جمع ہونا ہے ۔ اور وہ وقت سامنے ہے جب قبر کی تنہائیاں ہر شخص کو بھری دنیا میں تنہا کر دیں گی ۔ وہاں انسان کی قدر و قیمت کا معیار صرف یہ ہو گا کہ اس نے کس حد تک حقِ غلامی ادا کیا یا کس حد تک اس نے حقِ غلامی کو ادا کرنے کی کوشش کی ۔ نتائج اُس کے اپنے دستِ قدرت میں ہیں ۔ وہ چاہے تو تھوڑی سی مشقت پر بہت زیادہ اثرات مرتب کر دے اور وہ چاہے تو بہت زیادہ محنت کے باوجود کوئی نتائج ظاہر نہ ہوں ۔ نتائج کے ہم مکلّف نہیں ہیں ۔ لیکن اس محنت کے مکلّف بھی ہیں اور ذمّہ دار بھی ۔

محض تقریر کرنا ۔ یا محض حالات و واقعات بیان کر دینا ، یا کرامات بزرگانِ دین کو بیان کر دینا اور ان پر ایک دو دن کے لیے جمع ہو کر سر دھننا اور پھر اپنی دنیا میں لوٹ جانا ۔ یہ صحیح طریقہ نہیں ہے ۔ یہ رواجی اور محض رسومات کا جو مجموعہ ہم نے اختیار کر لیا ہے ۔ موجودہ دور میں یہ من حیث القوم پوری قوم کو نقصان پہنچا رہا ہے ۔ میری آپ سے اس محفل میں صرف یہ درخواست ہے کہ میں بجا طور پہ ہر دوست اور ہر ساتھی سے یہ امید رکھتا ہوں کہ آپ میں سے ہر ایک اللہ کی طرف دعوت دینے کا فریضہ سنبھالے اور محافلِ ذکر کو پوری ذمہ داری کے ساتھ ، اس بات کا احساس رکھتے ہوئے کہ اس دور میں اولادِ آدم کس قدر محروم ہے ۔ اللہ کی رحمت سے ، اور کتنے اربوں انسان ہیں ۔ جنہیں خدا کا نام تک نصیب نہیں ہے ۔ کتنے اربوں انسان ہیں ۔ جن کی پیشانیاں سجدوں سے

خالی ہیں۔ اور کتنے اربوں انسان ہیں۔ جو ذاتِ باری سے کوئی واقفیت، کوئی انس، کوئی تعلق، کوئی علم تک نہیں رکھتے۔ اس ظلمت میں، اِس گئے گزرے دور میں، برائی اور فساد کے اس طوفان میں اس نے اگر ہمیں اپنی رحمت سے نوازا ہے اور اپنے ذکر سے نوازا ہے اپنی یاد سے دلوں کو روشن کیا ہے۔ اپنی ذات پر ایمان نصیب فرمایا ہے۔ نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایک خصوصی اور قلبی تعلق اور نسبت عطا فرمائی ہے، تو اس سبب کا تقاضا کیا یہ نہیں بنتا کہ ہم اللہ جلّ شانہٗ کے اس پیغام کو اللہ کی مخلوق تک پہنچائیں اور انسانوں کی ویران دنیا میں یادِ الٰہی کے پھول کھلائیں۔ یاد رکھیں اپنی ذات کے لیے زندہ رہنا تو ہر کیڑے کا مقدّر بھی ہے۔ ہر ذی رُوح اپنے لیے ضرور زندہ رہتا ہے۔ اور اس کی جدوجہد اپنی بقا کے لیے ہوتی ہے۔ لیکن جنہیں اللہ کریم عظمتیں، بلندیاں یا رحمتیں عطا فرماتا ہے۔ وہ دوسروں کے لیے، ایک عالم کے لیے زندہ رہتے ہیں۔ اور ان کی زندگیوں پر بےشمار زندگیوں کا مدار ہوتا ہے۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی کے آخری لمحے تک اس فریضے کو نبایا۔ ایک، دو، چار آدمیوں سے شروع کر کے، بیماری میں، بڑھاپے میں، اور ہر طرح کی دنیوی تکالیف اور مصیبتیں برداشت کرتے ہوئے آپ نے اس کی بنیاد اتنی ٹھوس، اتنی مضبوط، اتنی گہری رکھی کہ آج اس قابل ہے کہ ایک دنیا کا بوجھ برداشت کر سکے۔ بزرگوں کے ساتھ یہ انصاف نہیں ہوتا کہ صرف ان کے کارنامے بیان کیے جائیں، بلکہ حقِ خدمت یہ ہوتا ہے کہ جو جذبہ انہوں نے تقسیم فرمایا، اسے آگے بڑھایا جائے۔ اور جو ان کی طلب تھی، خواہش تھی، منزل تھی اس کو قریب تر لایا جائے۔

ہمارا قومی مزاج ایسا ہے کہ ہم وقتی اور ہنگامی طور پر تو بہت کچھ کر گزرتے ہیں۔ لیکن جب وہ دن یا وہ لمحہ بیت جاتا ہے تو ساری بات فراموش کر دیتے ہیں۔ یہ ہماری عملی زندگی کا بڑا ہی المناک پہلو ہے جو بالکل سامنے ہے۔ آپ دیکھ لیں، شیعہ سُنّی جھگڑے ہوتے ہیں۔ جب محرّم آتا ہے تو جلوس نکلتے ہیں ـــــ تو رونے والے بازاروں میں آجاتے ہیں۔ لڑائیاں ہوتی ہیں۔ جھگڑے ہوتے ہیں، دین پر قربانیاں دی جاتی ہیں۔ لیکن جب وہ دن گزر جاتا ہے تو پھر دین بھی گزر جاتا ہے۔

تو پھر لوگ نماز تک کے لیے مسجد کا رُخ نہیں کرتے پھر انہیں یہ یاد نہیں رہتا کہ ہم کون ہیں۔ اور ہم کہاں ہیں اور ہم کیا کر رہے ہیں ـــ یہ جو ہمارے جذبے ہنگامی اور وقتی ہیں، انہیں دین کا نام دینا درست نہیں ہے۔ یہ ہماری ذاتی انا کے مسئلے ہیں۔ بعض اوقات تو ہمارے اپنے دنیوی امور ایسے ہوتے ہیں کہ کسی سے رنجش ہوتی ہے تو مذہب کی آڑ لے کر اس کے مقابلے پہ آجاتے ہیں۔ کبھی کسی کے ساتھ شہرت حاصل کرنے کا مقصد وابستہ ہوتا ہے۔ کبھی کسی کا دین ہی کے نام پر دولت پیدا کرنے کا مقصد وابستہ ہوتا ہے ـ اور یہ اس لیے درست ہے کہ جب وہ مقصد پورا ہو جاتا ہے تو لوگ دین کو بھول جاتے ہیں۔ پھر سارا دین پامال ہوتا رہے۔ تو کسی کو اُف تک کرنا نصیب نہیں ہوتا۔ بلکہ خود پامال کرتے ہیں احکام شرعی کو ـــ

دین وقتی، لمحاتی یا ہنگامی جذبے کا نام نہیں ہے۔ دین اس خلوص کا نام ہے، جو قطعی طور پر یہ فیصلہ کر دیتا ہے کہ مجھے اللہ کے لیے جینا ہے۔ اللہ کے لیے ہی مرنا ہے۔ اس میں دوام ہوتا ہے ـــ اس میں ایک وقار ہوتا ہے۔ اس میں وہ سنجیدگی ہوتی ہے۔ جو نبئ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم فرمائی۔ اور دین ان افعال کا نام ہے جن سے برکاتِ نبوت کی خوشبو آتی ہو جن سے نبئ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ظاہر ہوتی ہو تو اسی وقتی اور ہنگامی جذبے اور اسی وقتی اور ہنگامی طریقے سے اگر ہم نے ذکرِ الٰہی کو بھی، اللہ اللہ کی محافل کو بھی اسی طریقے سے لیا تو ڈر اس بات کا ہے کہ اس پر وہ نتائج ہم حاصل نہیں کر سکیں گے جو ہونے چاہئیں۔

اس مجلس میں میں کوئی تقریر نہیں کرنا چاہتا۔ بلکہ صرف آپ کو یہ تاکید کرنا چاہتا ہوں کہ ہر ساتھی، ہر دوست اللہ کا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا داعی بن جائے اور اس دعوت کو آپ اس طرح عام کریں کہ نماز کا وقت ہو۔ تو پورا پاکستان سربسجود ہو۔ یادِ الٰہی کا وقت ہو تو ہر فرد اللہ کے ذکر میں لگا ہوا ہو ـــ یہ معاشرہ روز بروز بگڑ رہا ہے۔ اور جس کو سنوارنے کی مختلف تجویزیں کی جا رہی ہیں۔ اس کی بیماری کا علاج صرف اور صرف یہ ہے کہ ان کو، سب کو واپس اللہ کریم کی بارگاہ میں لایا جائے۔ انہیں حضور نبئ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقتوں کے سائے میں لایا جائے۔ اور یہ کر کے

(باقی ص آخر پر)

اسلام
پوری زندگی پر محیط ہے

(حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ العالی)

اطاعت اللہ اور اطاعتِ رسولؐ

اسلام نے انسان کی پوری زندگی اور دنیا میں اسے جن جن ضروریات سے سابقہ پڑتا ہے، سب میں راہنمائی فرمائی۔ اور اسلام نام ہے بھرپور زندگی گزارنے کا جو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ہو۔ اور احکام الٰہی اور سُنت رسول اللہ کی اجرا میں صرف ہو۔ ہر مسلمان پر بقدرِ ہمت دین کے لیے کوشش کرنا واجب ہے۔ اور یہ تو یقینی بات ہے۔ جو لوگ دین کی سربلندی کے لیے کوشش نہیں کرتے عموماً انہیں خود دین پر عمل کرنے کی توفیق کم ملتی ہے۔ لیکن اس میں یہ بات خصوصی طور پر ذہن نشین ہونی چاہیئے کہ ہم سب کچھ نہیں ہیں۔ ہماری کوئی حیثیت نہیں۔ نہ میں نہ آپ نہ کوئی دوسرا۔ اسلام کا بنیادی نظریہ یہ ہے کہ انسان اپنی پسند ناپسند کو اپنی رائے کو فنا کرنے کے طریقے سیکھے۔

مذاہبِ باطلہ کے طریقے

اور اسلام سے باہر جتنے زندگی گزارنے کے طریقے ہیں۔ ان کی بنیاد اس پر ہے کہ ہر آدمی

یہ چاہیے کہ اس کی خواہشیں پوری ہوں آپ مذاہب باطلہ کو اگر دیکھیں تو جتنے لوگ ہندو برہمن اور یہ بدھ یہ بڑے مجاہدے کرتے ہیں بڑے سخت ا۔

ہمارے علاقے میں سخت پہاڑی علاقہ ہے وہاں کئی جہاں ندی نالے ملتے ہیں بڑی گہرائیوں میں بڑی ڈراؤنی جگہ پر ۔ وہاں پر یہ لوگ اتنا سا چھوٹی سی ایک کوٹھڑی تعمیر کرتے تھے جس میں آدمی لیٹ نہیں سکتا تھا۔ بیٹھا رہتا تھا۔ اور اس میں مہینوں بیٹھے رہتے تھے بند ہو کر۔ چند دانے غذا کے روزانہ کا چند قطرے پانی کے جو استعمال کرتے تھے وہ ان کا جو ہوتا تھا نوکر خادم اندر دے دیتا تھا۔ مہینوں باہر جھانکتے نہیں تھے۔ لیکن یہ مجاہدے ان کے ۔ ان کا ما حاصل جب دیکھا جاتا تو یہ ہوتا تھا کہ مجھے یہ کمال حاصل ہو جائے مجھے وہ کمال حاصل ہو جائے۔ یعنی ہیر پھیر کر ساری محنت کرنے کے بعد اپنی انا کی تسکین کے اسباب ملتے تھے۔ اسلام نے گوشہ نشینی سے منع نہیں کیا۔ کوئی شخص دنیا کو چھوڑ چھاڑ کر اپنا بوجھ کسی پر نہ ڈال کر کسی پر بھار نہ بنے اور تنہائی میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرتا رہے۔ اس سے منع نہیں کیا۔ لیکن اس کی تائید نہیں فرمائی۔ یہ مستحسن نہیں سمجھا۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اعمال پر اجر مرتب ہوگا۔ جب آپ معاشرے میں نکل کر کوئی عمل کریں گے ان کو چھوڑ دیں گے تو آپ کی زندگی اس طرح ہو جائے گی جس طرح کوئی قبر میں زندگی بسر کرتا ہے۔ دنیا سے چلا گیا ہے۔ اور اعمال سے عاری ہے۔ بعض بڑے بڑے جلیل القدر صوفیاء ہمیں اس حال میں ملتے ہیں کہ انہوں نے جنگلوں میں زندگی بسر کی۔ تنہائیوں میں! لیکن اس کے پیچھے اسباب و عوامل تھے۔ آبادیوں میں انہیں نہ رہنے دیا گیا۔ حکومت نے حکمرانوں نے اپنے لیے خطرہ سمجھ کر شہروں سے نکال دیا۔ لوگوں نے، بدعت پسندوں نے بارواج پسندوں نے انہیں برداشت نہ کیا۔ تنگ کر کے شہروں سے نکال دیا۔ تو مجبوراً، تصوفیہ نہیں انہوں نے مجبوراً کسی جنگل میں پناہ لی۔ اس کے باوجود حضرت جیؒ اپنی تحقیق میں فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اس پہلو میں بڑی تحقیق کی ہے جب تک آبادی میں رہ کر جو توجہ اخذ کرتے رہے۔ ان کے منازل ترقی کرتے رہے اور جس منزل پر وہ تھے آبادی چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گئے۔ اسی منزل پر ان کی وفات ہوئی ہے، پھر ترقی نہیں ہوئی۔

ترقی درجات کے لیے مجاہدہ شرط ہے

چونکہ ترقی درجات کے لیے وہ مجاہدہ شرط ہے جو آپ عملی زندگی میں رہ کر کرتے ہیں۔ کسی کے ساتھ آپ کا لین دین نہیں ہے تو حرام حلال جائز ناجائز کا کیا پتہ چلے گا۔ کسی کے ساتھ آپ کے معاملات نہیں ہیں تو آپ کے سچا یا جھوٹا ہونے کا کیا پتہ چلے گا۔ کوئی کام کرنے کو نہیں ہے تو پھر آپ کی عبادات یا آپ نے نماز پڑھ لی یا سجدہ ادا کر لیا تو اس پر اتنی قیمت نہیں ملے گی —

اصلاحِ فرد لازمی فریضہ ہے

تو یہ ایک بنیادی نقطہ ہے جس میں ہمیں بیشتر ٹھوکر لگتی ہے۔ چونکہ ہر انسان کے ساتھ نفس بھی ہے اور شیطان بھی ہر آن کوشش کرتا ہے۔ تو کسی بھی آدمی کو کسی بھی ملحے ٹھوکر لگ سکتی ہے۔ اور اگر کسی ساتھی کو ٹھوکر لگے تو دوسروں کا یہ جو ساتھ ہیں ارد گرد ہوتے ہیں ہمارا حق بھی ہے۔ ہم اسے بچانے کی کوشش کریں۔ کسی سے کوئی خطا ہو جائے تو اسے اچھالنے کی بجائے اسے اس سے روکنا مناسب اور بہتر ہے۔ یہ دین اللہ نے ہمیشہ کے لیے نافذ فرمایا ہے۔ جب دینِ اسلام دنیا سے اُٹھ جائے گا تو قیامت قائم ہو جائے گی۔ اس کے بعد کوئی آسمانی مذہب نہیں آئے گا۔ جب اسے قائم رکھنا ہے تو وہ ایسے بندے بھی ضرور رکھے گا جو دین کے حامل ہوں گے اور دین کی خدمت کریں گے اور اس ضمن میں اگر آپ کو یا مجھے خدا نے کوئی توفیق دی ہے تو یہ اس کا احسان ہے ہمارا نہیں۔ چونکہ اللہ نے دین کو قائم رکھنا ہے وہ جسے چاہے اس سے کام لے۔

بگاڑ تباہی کا سبب ہے

مسلمان جب بگڑے تو بگڑتے ہی چلے گئے۔ اور یہ بگاڑ تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ وہ عیاشی میں غرق ہو گئے۔ شرابیں پیتے تھے — عبادات میں کوتاہیاں ہوتی تھیں۔ ظلم کرتے تھے مسلمانوں کے ساتھ۔ اپنی پسند کو نافذ کرتے تھے — ربِ جلیل نے تاتاریوں کا طوفان بھیجا اور اتنے رسوا ہوئے اتنے ذلیل ہوئے — اتنے مارے گئے۔ اتنے قتل ہوئے کہ آبادیاں تہس نہس ہو گئیں اور جنگلی

جانور تک اس عذاب سے محفوظ نہ رہے۔ وہ ایسے ظالم تھے کہ جہاں پانی دیکھتے زہر ملا دیتے۔ اور ان کے سامنے کوئی جنگلی جانور بھی گزرتا تو اس پر تیر چلا دیتے۔

اللہ جس سے چاہے دین کا کام لے لے

اور پورا زور لگایا چنگیز نے اس کے بیٹوں نے بھی اس کے پوتوں نے بھی ان کی تین پشتیں اس بات میں کھپ گئیں کہ اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹا دو۔ جو مسلمان ہوتے ہوئے اسلام کے خلاف عمل کرتے تھے ان لوگوں کی انہوں نے گردنیں اڑا دیں۔ لیکن خود اسلام قبول کر لیا۔ رب ایسا قادر ہے کہ مسلمان کو سزا دلوائی۔ ان کے ہاتھ سے اور انہیں ایمان عطا کر دیا۔ اسی طرف اشارہ کیا ہے شاعر نے ؏

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

کہ جو اسلام کو ڈھانے نکلے تھے وہ اس کی خدمت کے لیے مقرر ہو گئے تو وہ قادر ہے جس سے چاہے کام لے۔ اور جب وہ اپنا کام لینا چاہتا ہے تو دنیا اور دنیا کے اسباب شل ہو کر رہ جاتے ہیں۔ کچھ نہیں کر سکتے۔

جس پر تمام انبیاء کی تاریخ شاہد ہے — آپ خود حضور نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو دیکھیں — کتنا زور لگایا کفر کی طاقتوں نے شرک کی طاقتوں نے۔ حضورؐ کے پاس نہ افراد تھے نہ دولت تھی نہ اسلحہ تھا نہ کوئی حکومت نہ کسی کی تائید حاصل تھی کچھ بھی نہیں تھا۔ لیکن حکومتیں اور حکمران آج تک آپ کے نقشِ کفِ پا کو ترستے ہیں اور روکنے والے مٹتے مٹتے مٹ گئے مکہ مکرمہ میں آج بھی جب میناروں سے آواز بلند ہوتی ہے

اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اللہ کی قدرت یاد آتی ہے کہ اسی آواز کو مٹانے کے لیے دنیائے کفر نے ساری طاقتیں ختم کر دیں اور اس سے ٹکرا کر کفر کے بڑے بڑے بت پاش پاش ہو گئے۔ لیکن یہ آج بھی فضائے آسمانی کو منور کرتی ہے۔ یہ اللہ کی اپنی قدرت ہے۔ وہ جو کام لینا چاہتا ہے کرنا چاہتا ہے وہ کرتا ہے — لیکن اس کے لیے طریقِ کار یہ ہے کہ انسان کے بس میں جو مجاہدہ جو کوششیں ہوں خالص اللہ کے لیے وہ ضرور پیش کرے۔ بدر میں اگر فتح ہوئی تھی یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کا معجزہ تھا ورنہ دنیاوی اعتبار سے کسی بھی قاعدے سے مسلمانوں کے جیتنے کا کوئی چانس نہیں تھا۔ افرادی قوت بہت ہی کم۔ ان کے مقابلے میں جنگی تجربہ نہ ہونے کے برابر جو اس طرف سپاہی ہیں ان کے مقابلے میں ادھر بہت کم۔ کچھ ضعیف ہیں کچھ بچے ہیں۔ اسلحہ نام کو نہیں پورے لشکر کے پاس چھ زرہیں تھیں اور کوئی تین تلواریں تھیں۔ یہ کوئی لڑنے کے اسباب تھے! کھانے کو چند کھجوریں، حضورؐ نے چار یا پانچ یا پانچ کھجوریں تقسیم فرمائی تھیں۔ میدانِ جنگ میں صف بندی کرتے وقت۔ کچھ کھا پی لو۔ پینے کے لیے بارش کا پانی روکا تھا اصحابِ بدر نے چشمے پر اہلِ مکہ قابض تھے — تو ہے کوئی لڑنے کی تُک — لیکن ایک بات تھی ان کے ساتھ انہیں میدان میں کھڑا کرکے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا تھا بارِ الٰہا سارے کا سارا اسلام میں کفر کے مقابلے پر لے آیا۔ اب یہ بے سرو سامان سپاہی اگر اس میدان میں کھیت رہے، فَلَنْ تعبدُ ابدًا، پھر کبھی کوئی تیرا نام لینے والا نہیں ہوگا۔ یہ سارے کا سارا اسلام میرا سرمایہ ہے۔

اب یہ دعا تو حضورؐ مدینہ منورہ میں بیٹھ کر بھی کرسکتے تھے اور وہاں سے بھی حضورؐ کی دعا کو وہی مقام حاصل تھا، جو یہاں تھا۔ لیکن جو اسباب تھوڑے تھے یا بہت تھے جو اسباب اپنے پاس تھے وہ حضورؐ نے پہلے پیش کردیئے — اور

احقاقِ حق کے لیے ہمہ تن کوشاں رہنے کا حکم

آپ کو ساری زندگی میں یہی قانون نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا نظر آئے گا کہ نفاذِ دین کے لیے ترویجِ دین کے لیے احقاقِ حق کے لیے جو بات بس میں ہو وہ کردی جائے — اور رب العالمین سے درخواست کی جائے کہ خدایا ہم تو کچھ کر نہیں پاتے۔ کرنا تو تجھی کو ہے۔ اس طرح سے ممکن ہے اللہ کریم ہمیں قبول فرمالیں — اور ہمیں اسی کام پر لگائے رکھے — اور کام وہ اچھا ہوتا ہے جس کا انجام اچھا ہو۔ خاتمہ کہاں ہوتا ہے کس طرح سے ہوتا ہے — اس راہ کے مختلف فتنے ہیں جن میں بہت بڑا فتنہ یہ ہے جب آدمی کو کچھ تھوڑی سی شہرت مل جاتی ہے۔ کچھ لوگ اس کا احترام کرنے لگتے ہیں۔ تو نفس اور شیطان دونوں اسے یقین دلانا شروع کردیتے ہیں کہ تم دین کی ضرورت ہو تم نہیں ہوگے تو کام نہیں بن سکتا لیکن میرے سمیت کوئی بھی خدا

ضرورت نہیں ہے۔ ہم سب کو اللہ کی ضرورت ہے اسے ہماری احتیاج نہیں ہے ہم چھوڑ دیں گے تو اس کا کیا ہے۔ تم نہ سہی تو چاہنے والے اور بہت ہیں۔ کتنی مخلوق ہے۔ اس کی جو اس کے نام کے لیے ترستی ہے۔ لیکن نتیجہ یہ ہوگا ع

ترکِ تعلق کرنے والو تم تنہا رہ جاؤ گے

ہے بیٹھنے کون دے پھر اس کو
جو تیرے آستان سے اُٹھتا ہے

مسلسل محاسبۂ نفس لازمی فریضہ ہے

سو ہمیشہ ہر ساتھی اپنا محاسبہ خود کرتا رہے کہ میں کیا سوچ رہا ہوں اور میں کیا کرنا چاہتا ہوں اور جو میں سوچ رہا ہوں اور جو میں کرنا چاہتا ہوں۔ کیا میں اسے لے کر میدانِ حشر میں کھڑا ہو سکوں گا۔ اللہ کے حضور اسے دوسروں پر مت چھوڑیں۔ اپنا معاملہ آپ روزانہ پڑتال کرتے رہیں۔

نفس سرکش ہے اور شیطان ہر وقت پیچھے پڑا ہوا ہے

کیونکہ نہ نفس کبھی سرکشی سے باز آتا ہے اور نہ شیطان کبھی شرارت کرنے سے رُکتا ہے۔

اس لیے یہ ایسا بے ضمیر ایسا بے غیرت اور ڈھیٹ ہے کہ یہ جانتے ہوئے کہ خود اس کا اقرار موجود ہے کہ "اِنَّ عِبَادِی" اللہ کا حکم موجود ہے" اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِ
میرے بندوں کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور یہاں اس نے بنی آدم کو ورغلانے کا دعویٰ کیا ہے وہاں اس کا اقرار موجود ہے۔
" الا عبادك منهم المخلصين" کہ تیرے نیک بندوں کے سوائیں سب کو ورغلاؤں گا تو ان دونوں باتوں میں سب سے چوٹی کی ہستیاں انبیاء و رسل ہیں جن کی حفاظت کا خدا نے ارشاد فرمایا ہے۔ جو سب پہلے زمرے میں آتے ہیں اور جن کے بارے میں بے ایمان خود کہتا ہے۔ ان پر میرا زور نہیں چلے گا۔ اس کے باوجود کسی نبی اور کسی رسول کے ساتھ شرارت کرنے سے باز نہیں آیا۔ یہ جانتے ہوئے کہ میں ان کا بگاڑ کچھ نہیں سکوں گا۔ اس نے یہ نہیں کہا کہ میں انہیں چھیڑوں گا ہی نہیں — بلکہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں مسجد جا رہا تھا۔ مدینہ منورہ کی گلی میں یہ جلتی ہوئی لکڑی لے کر میری طرف لپکا اور میرے قریب آنے سے پہلے اسے جبریل امین نے تھپڑ مارا اور

یہ کہیں اُفق پہ جا کر گرا۔ لیکن باز تو نہیں آیا کر تو گزرا جو ہو سکا۔۔۔ تو وہاں جہاں صرف اسے ذلت اٹھانا پڑتی ہے جوتے کھانا پڑتے ہیں وہاں شرارت سے باز نہیں آتا۔ تو مجھے اور آپ کو چھوڑ دے گا۔۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ جو لوگ ذکر قلبی کرتے ہیں اور سیکھتے ہیں۔ اس میں وہ وقت لگاتے ہیں۔ اس کا وہ خاص نشانہ ہوتے ہیں۔ ان کے لیے تو اس کے دل میں ہمیشہ درد بڑا رہتا ہے۔ کسی دل کو یہ منور نہیں دیکھ سکتا۔ کثرت سے نمازیں پڑھنے سے اور کثرت سے حجیں کرنے سے یہ نہیں گھبراتا۔ یہ جانتا ہے کہ ایک شوشہ ریاکاری کا دل میں چھوڑ دیا۔ تو یہ ساری عبادتیں نفی ہو جائیں گی۔ لیکن جب دل میں نورانیت آنا شروع ہو جاتی ہے اس کی رسائی نہیں رہتی۔ قلب پہ براہِ راست اس کا حملہ نہیں ہوتا۔۔ پھر یہ نفس کو اُکساتا ہے۔۔ اور آپ تمام صوفیوں میں جتنے لوگ اس راستے سے بھاگ گئے اگر آپ تجزیہ کریں گے تو ان میں نفس کی شرارت پائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب دل منور ہو جاتا ہے تو براہِ راست قلب میں یہ بات نہیں ڈال سکتا۔ پھر یہ نفس کے ساتھ محنت کرتا ہے اور نفس کی کوئی نہ کوئی خواہش انہیں اس منزل سے گرا دیتی ہے۔۔

اس کے یہ سب کچھ کرنے کے طریقے جو ہیں معروف محققین نے جن پر ارشادات فرمائے اور حضرت جیؒ بالخصوص ہمیں جو سمجھایا کرتے تھے اس میں یہ ہے کہ یہ سب سے پہلے انسان کے عقائد میں خلل ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ مختلف سوچیں نفس کو آنی شروع ہو گئیں ۔ قیامت کیا ہو گی یہ کیسے ہے۔ یہ خدا کا کیسا حکم ہے۔ یہ حضورؐ کی سنت کیسی ہے۔۔ یعنی کہیں نہ کہیں سے عقائد میں تلاش کرے گا کہ کوئی جگہ مل جائے اور اگر یہ سمجھے کہ یہ شخص عقائد میں بات نہیں سنتا تو پھر دوسرا حملہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ جہاں سے اسے برکات ملتی ہیں۔ شیخ کے ساتھ اس کا ٹکراؤ کرایا جائے۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ آپ پر یہ باتیں آتی ہیں۔۔ جو لوگ بوڑھے ہوتے ہیں وہ بھی بچپن لڑکپن جوانی گزار کر بڑھاپے میں داخل ہوتے ہیں۔۔ ہم بھی اس سارے پراسس سے گزر کر آئے ہیں۔

مجھے بڑی اچھی طرح یاد ہے۔ جب میں حضرت جیؒ کے پاس سے ہو کر آ رہا تھا۔ تو پیدل اس وقت اتنی کنوینس نہیں ہوتی تھی۔ نہ سڑک ہوتی تھی۔۔ یہاں سے دندے سے پیدل چل کر حضرت جیؒ کے پاس جایا کرتے تھے۔

تو راستے میں مجھے وہاں کے مقامی لوگ ملتے میں اکثر کو جانتا تھا۔ واقف بھی ہو گئے تھے زیادہ۔ تو وہ بھی اسی طرف آ رہے تھے۔ انہوں نے کوئی بے شمار ایک بڑا پلندہ کھولا حضرت پر الزامات اور بہتانوں کا۔ ان کی اپنی ایک نگاہ تھی جس سے وہ دیکھتے تھے۔ فلاں فتویٰ انہوں نے غلط دیا۔ فلاں جگہ یہ کیا فلاں ہوا فلاں ہوا۔

تو اتنی باتیں کرنے کے بعد انہوں نے مجھے پوچھا پھر آپ ان کے پاس کیا لینے آ جاتے ہیں۔ میں نے کہا جتنی باتیں تم نے کی ہیں۔ یہ غیر ضروری ہیں۔ ان سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ میں ان کے پاس آتا ہوں تصوف سیکھنے کے لیے ذکر سیکھنے کے لیے۔ اللہ اللہ کرنے کے لیے۔ وہ اگر تمہارے پاس ہے تو تم بتا دو۔ دیکھ لیں گے کہ وہ اچھا سکھا رہے ہیں یا تم۔ کہنے لگے ہمیں تو پتہ نہیں۔ میں نے کہا تمہیں پتہ ہی نہیں تو وہ تو اس فن کے ماہر ہیں تو میرا مطلب حل ہو رہا ہے۔ باقی جو ان کی زندگی ہے اس کو انہیں جواب دینا ہے مجھے تو نہیں دینا۔ اس کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں۔ وہ کیسے ہیں اور کیسے نہیں ہیں۔ اس کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن جو کام میں چاہتا ہوں۔ وہ تو بڑے اچھے طریقے سے ہو رہا ہے۔ تو ان کے پاس جواب کوئی نہیں تھا اس کا۔ میں نے کہا تم سکھا دو۔ تم میں سے کوئی ہے۔ یا کوئی اور آدمی بتا دو۔ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ اور دیکھتے ہیں موازنہ کر کے کہ اس فن میں کسے کیا واقفیت حاصل ہے۔ وہ کہنے لگے کہ بھائی آپ کی بات ٹھیک ہے تو یہ کوشش کرتا ہے کہ اس کے نمائندے بہت ہیں۔ خود محنت کرتا ہے۔ اس کی اولاد بے شمار ہے۔ جن اس کے بے شمار ماننے والے اور انسان بے شمار ہیں۔ جو اس کی بات مان کر اس کا کام کرتے ہیں۔ اور نبی رحمتؐ کا ارشاد موجود ہے کہ شیطان کی اولاد اور جنوں کی نسبت وہ انسان زیادہ خطرناک ہے جو شیطان کی نمائندگی کرتا ہے۔ تو آدمی جہاں اس کے ساتھ جلدی مانوس ہو جاتا ہے۔ اور شیطان وسوسہ ڈال سکتا ہے۔ وہ عملاً کر کے دکھاتا ہے تو اس طرح سے یہ اس کی دوسری کوشش ہوتی ہے۔ لیکن اگر آدمی اس سے بھی بچ جائے تو پھر اعمال میں کوشش کرتا ہے۔ چھوڑو یار کل کر لینا ذکر آج کیا ضرورت ہے ابھی تو لیٹے ہو ابھی اٹھنے کی کیا ضرورت ہے بتھیرا ہو گیا بس کرو۔ ہمارے ساتھ بھی یہی ہوتا تھا۔ جب ہم لطائف کرتے تھے تو ہمیں بھی بار بار گھڑی دکھاتا تھا۔ اتنے منٹ ہو گئے۔

مَیں نے تنگ آکر گھڑی کے ڈائل سے منٹوں کی سوئی ہی نکال دی۔ مَیں نے کہا تمہاری بالکل ضرورت نہیں۔ بڑا عرصہ میری گھڑی میں منٹوں کی سوئی نہیں ہُوا کرتی تھی۔ مَیں نے کھول کے نکال دی تھی۔ اور یہ اللہ کا احسان ہے۔ ہم صبح کا معمول بڑا عرصہ سالوں کے حساب سے چار گھنٹے صرف لطائف کیا کرتے تھے۔ سردیوں کی راتوں میں دو سے چھ تک صرف سات لطائف کیا کرتے تھے۔ مراقبات نہیں ہوتے تھے۔ تو صرف لطائف ہوتے تھے۔ ٹھیک چار چار گھنٹے مسلسل بغیر سانس لیے ہوتے۔ اور خدا کا احسان ہے ایسا تجربہ ہو گیا تھا۔ سانس اور چھینک بھی نہیں آتی تھی۔ روٹین بن گئی تھی میری۔ تو ان محاذوں پر مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور اللہ سے دعا کرنا پڑتی ہے کہ مجھے اس راستے سے بچا۔ گزرنا سب کو اسی راستے سے ہے۔ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ آپ کے سامنے یہ چیز آئے گی لیکن اللہ کی تائید سے اور اگر خدا ہمت دے دے تو آدمی گزر جاتا ہے۔ انسانوں ہی کے گزرنے کا یہ راستہ ہے۔ سارے لوگ اس سے گزر کر گئے ہیں۔ حضرت فرمایا کرتے تھے جب اس سے کچھ نہ ہو سکے تو پھر یہ کتے کی طرح بھونکتا ہی رہتا ہے۔ تنگ آدمی کو کرنے سے باز نہیں آتا۔ کسی اپنے نمائندے کو اس پر مقدمہ کرنے کا مشورہ دے دیا۔ کسی کو اس پر بہتان لگانے کا مشورہ دے دیا۔ کسی کو اس سے جھگڑا کرنے کا کہہ دیا۔ تو اس طرح سے کچھ نہ کچھ کرتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ پھر اس سے بھی بڑھ کر خود بھی محنت کرتا ہے۔ اور نہیں تو رات سونے نہ دیا۔ جگا دیا۔ کوئی نہ کوئی طریقہ اپنا جاری رکھتا ہے۔ پھر بالخصوص ایسے گھروں میں جہاں ذکر کم ہوتا ہے۔ یا نہیں ہوتا۔ تو وہاں اس کا بڑا داؤ چلتا ہے۔!

پچھلی دفعہ پھر مَیں جب ایبٹ آباد گیا تو رات ہم دیر سے سوئے۔ جیسے آنکھ لگی تو باتھ روم میرے کمرے کے اندر تھا۔ لیکن اس نے وہ پوری ٹونٹی کھول دی۔ دھڑا دھڑ دھڑا دھڑ پانی گر رہا ہے۔ مجھے جاگ آگئی۔ پھر اٹھنا پڑا۔ اور پھر جاکر وہ ٹونٹی بند کی۔ تو اس نے وہ کھڑکیاں کھڑکانا شروع کر دیں۔ میرے خیال میں تو بمشکل آدھا گھنٹہ یا گھنٹہ نیم بے ہوشی کی حالت میں آنکھ لگ گئی۔ نہیں تو ساری رات اس نے اپنا تماشا کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بالکل نئی جگہ تھی۔ وہاں پہلے سے کوئی ذکر نہیں ہوتا تھا۔ تو اسے وہ موقع مل گیا۔

ذکرِ الٰہی شیطان سے بچنے کے لیے بہترین قلعہ ہے

ورنہ جن مکانوں میں ذکر ہوتا رہے وہ مکان بھی منور ہو جاتے ہیں۔ وہاں اِس طرح سے دخل اندازی نہیں کر سکتا۔ لیکن کچھ نہ کچھ جو کچھ اس سے ہو سکے۔ یہ کرنا ہی رہنا ہے تو ان سب چیزوں کا ہمیں تجزیہ کرتے رہنا ہے۔ اپنے روزمرہ کے امور سے ۔۔۔ اور صوفی کے لیے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ اپنے جذبات قابو میں رکھے۔ جذبات میں ہی آکر آدمی دھوکہ کھاتا ہے اور ان ساری باتوں میں مَیں آپ کے ساتھ ہوں ۔۔۔ ویسا ہی مَیں ہوں جیسا آپ ہیں ۔۔۔ چونکہ کسی آدمی کا اعتبار موت تک نہیں ہے کہ کب اس کا قدم پھسلتا ہے۔ اِلّا یہ کہ اللہ کریم اس کی حفاظت فرمائے۔ تو یہ اللہ کا احسان ہے کہ ہم سے اللہ کریم نے وہ کام لیا ہے کہ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ یہ جماعت جو ہے ۔۔۔ غالباً آپ میں بہتیرے لوگ گواہ ہوں گے، حضرت فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوگ مٹیں گے نہیں یہ جماعت بڑھے گی، چلے گی حتیٰ کہ مہدی آخرالزماں کو جو لوگ، کام کے ملیں گے وہ اسی جماعت کے ہوں گے۔

ذکر کی توفیق، اللہ کا عظیم احسان و انعام ہے

یہ حضرت نے بار ہا فرمایا۔ پُرانے ساتھی جو ہیں یہ اس بات کے بہتیرے گواہ ہوں گے کہ یہ کئی مجالس میں بات کی تو اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ خدانخواستہ اگر ہم بھی چھوڑ دیں تو خدا ہماری جگہ کسی اور کو توفیق دے دے گا۔ کام تو چلتا رہے گا۔ یعنی ہماری محتاجی نہیں ہے دین کو اور نہ دینی امور کو ۔۔۔ ہم محتاج ہیں اللہ کے بھی۔ اور اللہ کے دین کے بھی ۔۔۔ تو یہ بہت ہی انعام ہے۔ اللہ کا کہ اس گئے گزرے زمانے میں ہم سے خوبصورت لوگ بھی ہیں۔ ہم سے زیادہ پڑھے لکھے لوگ بھی موجود ہیں۔ ہم سے زیادہ صحت منداور زیادہ مالدار اور دولت مند بھی موجود ہیں ۔۔۔ تو اس نے اگر اپنی اتنی وسیع کائنات میں ہمیں اپنے کام کے لیے چُن لیا ہے تو یہ اس کا کتنا احسان ہے۔ آپ دیکھیں کہاں تک آبادیاں پھیلی ہیں اور لوگوں کے پاس کیا کیا وسائل کیا کیا سامان کتنی دولت کتنے اختیارات۔ کتنی باتیں ہیں ۔۔۔ اور کتنی مخلوق ہے اللہ کی صفحہ ہستی میں ۔۔۔ تو ان میں سے اگر اس نے ہمیں یہ خدمت سونپی

ہے تو یہ اس کا کتنا احسان ہے اور یہ کتنا کرم ہے اس کا۔ میرے پاس تو وقت کم ہوتا ہے۔ اور یہ کوئی وقت نہیں جو میں آپ لوگوں کو دیتا ہوں۔ سال کے بعد اگر چند گھنٹے میسّر بھی ہو گئے تو کیا۔

مَیں تو صرف آپ میں تحریک پیدا کر سکتا ہوں۔ اس پر عمل کرنا اور اس شرارے کو ایک شعلہ جوّالا بنانا اس کے لیے آپ کو اپنی محنت کی ضرورت ہے۔ دوسری اس چیز کا بنیاد جو ہے اس کے حصول کا بنیادی سبب وہ ہے صحبت سبقت سے ملنا جس کے لیے آپ سال بھر اس بات کا انتظار نہ کریں کہ مَیں ہی یہاں آؤں۔ یہ جو ہم ہر مہینے رکھتے ہیں، ریفریشر کورسز ان سے مراد یہی ہوتی ہے۔ ایک تو آدمی دو تین دن یا ہفتہ وہاں دارالعرفان میں جا کر لگائے تو وہ ہفتہ اپنے باقی فکروں سے آزاد ہو کر، پوری طرح متوجّہ ہو کر احکامِ دین بھی سیکھے۔ اور پوری طرح سے صرف اسے توجّہ حاصل کرنے کا موقعہ ملتا رہے۔ یہاں بھی جو کام ہوتا ہے نا اس پر اتنا اثر مرتّب نہیں ہوتا۔ آپ یہاں گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ رہتے، اور باقی دن کے دس گیارہ گھنٹے آپ کو اپنے کاموں میں مشغول ہونا پڑتا ہے تو وہ اتنا نتیجہ مرتّب نہیں ہوتا جتنا وہاں جا کر سب سے یکسوئی حاصل کر کے ہفتہ بھر یا دو دن یا چار دن یا ایک دن جتنی فرصت مل جائے اور اس کے لیے اپنے امیر حضرات اور ذمّہ دار حضرات بالخصوص ساتھیوں کو آگاہ بھی کیا کریں اور ساتھی خود بھی پروگرام چیک کرتے رہا کریں کہ کس مہینے کی کن تاریخوں میں وہاں اجتماع ہے اور میرے پاس کیسے فرصت نکل سکتی ہے اور مَیں کیسے وقت لگا سکتا ہوں۔ تو اس طرح سے شاید ہر مہینے ایک آدھ بار ملاقات کا موقعہ ملتا رہے۔

جہاں برکات کا تعلق ہے سلسلے کا تو مَیں ایک بات آپ کو بتا دوں کہ ہمارا صرف اپنا سلسلہ نہیں۔ روئے زمین پر جتنے سلسلے تصوّف کے چل رہے ہیں اس وقت وہ سارے ہم سے فیض لیتے ہیں۔

سلسلۂ عالیہ کی برکات

اور یہ تاریخ تصوّف میں پہلا واقعہ ہے کہ تمام سلاسل کو ایک سلسلے میں منسلک کر دیا جائے کہ براہِ راست نہیں تم یہاں سے لو۔ اس دفعہ جب ہم عمرہ کر رہے تھے تو

اس کے بعد ایک ساتھی نے مجھ سے پوچھا کہ مجھے یہ سمجھ نہیں آئی کہ اپنے مشائخ کی بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ وہ تو ہم پر شفقت فرماتے ہیں۔ یہ ہر سلسلے کے مشائخ ساتھ کیوں بھاگ رہے ہیں۔ یہ اس کا اپنا مشاہدہ تھا۔ میں نے کہا یہ پچھلے سال سے ان کی ضرورت بن گئی ہے۔ ہر کوئی اپنی ضرورت کے لیے بھاگ رہا ہے۔ اور یہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے۔ باہر سے کہیں کسی کو کچھ نہیں ملے گا۔ ایک ساتھی وہاں ہوتا تھا روضۂ اطہر پر ملازمت بھی ملی ہوئی — اور کتنا عجیب کام تھا اس کا تنخواہ بھی حکومت سے لیتا تھا — اور جس طرف سے زیارت کی جاتی ہے اس طرف کی جالی کو صاف کرنے پر ڈیوٹی تھی اس کی۔ نوکری یہ تھی کہ کپڑا سرکاری اور گئے اور جالی پہ کپڑا مارتا رہے اور پانچ چھ گھنٹے وہیں کھڑے کھڑے گزار دیئے اور سالوں بیت گئے اسے وہاں — تو کسی نے اسے جو اعتراضات کا پلندہ بنایا گیا تھا ہمارے خلاف وہ اسے پہنچا دیا ڈاک کے ذریعے تو اس غریب نے دو تین اور ساتھیوں کو بھی دکھایا کہ دیکھو یہ — حالانکہ وہ ذکر ہمارے ساتھ کرتا تھا اور اب بھی کرتا ہے لیکن اس نے جن لوگوں کو وہ دکھایا شاید انہیں کوئی نقصان پہنچا یا مذبذب ہو گئے — تو اس کی نوکری وہاں سے ختم ہو گئی۔ پاکستان واپس آ گیا۔ اور سال ہو گیا۔ اگلے دن اس کا مجھے ایک خط ملا کہ مجھے سال ہو گیا۔ ٹھوکریں کھانے مجھے نوکری پاکستان میں بھی کوئی نہیں ملتی۔ پھر اس نے خود لکھا ہے کہ میں اب سمجھا ہوں کہ مجھ سے وہ خطا ہوئی ہے جو وہ کاغذ میں نے لوگوں کو دکھائے ہیں تو آپ مجھے بارگاہِ نبوی ﷺ سے معافی دلائیں۔ میں نے کہا کہ بھئی ایسا کرو کہ جن جن لوگوں کو وہ دکھایا ہے، انہیں یہ ساری حالت خط لکھ کر بتاؤ کہ تم اس اثر سے بری ہو سکو کہ بھئی میں تو یہ کچھ بھگت رہا ہوں۔ اب دیکھئے تم کیا کرتے ہو۔ اور اس کے بعد خلوص سے خود توبہ کرو۔ اللہ سے معافی چاہو — تو میں بھی تمہارے لیے دعا کروں گا۔ میں تو چاہتا ہوں کہ اللہ کریم سب کو سلامتی کے ساتھ اس پار لے جائے۔ جو شخص ایک ایک آدمی کے لیے ساری عمر آوارہ گردی کرتا ہے کہ اللہ کا کوئی ایک بندہ اس راستے پر چلنا شروع کر دے اس کے ساتھ جو چل رہے ہوتے ہیں ان میں سے کسی کو چھوڑنا اسے پسند ہوتا ہے۔ ایسا تو کوئی لکڑہارا بھی نہیں کرتا ہو گا کہ مزید لکڑیاں چنتا رہے اور جو چنی ہوئی ہیں وہ پھینکتا رہے۔ اتنا بے وقوف تو کوئی لکڑہارا بھی نہیں ہوتا۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ ضروریات ہر شخص کے ساتھ ہوتی

ہیں۔ اور اس کے ذاتی امور ہر شخص کے ہوتے ہیں۔ اللہ نے مجھے یہ توفیق دی ہے کہ میرے اپنے ذاتی امور موخر ہوتے رہتے ہیں اور آپ کی خدمت اور سلسلے کی خدمت میرے لیے مقدم رہتی ہے۔ سالوں کے حساب سے چھوٹا سا ایک مقدمہ لٹک رہا ہے لاہور اور سالوں بیت گئے اتنی فرصت نہیں ملی کہ جا کر اسے حل کرالیں اور اگر جاتے ہیں تو پھر کام سلسلے کا شروع ہو جاتا ہے۔ اور دفتروں کا چکر رہ ہی جاتا ہے اور ہفتہ ہفتہ رہ کر واپس آجاتے ہیں اور کام نہیں ہوتا۔ اب آج ارادہ تھا کہ ۲۳ کو جائیں گے کسی سے ملیں گے تو ۲۳ کو چھٹی ہے۔ چلو واپس چلو۔ پھر پتہ نہیں کیا۔

تو میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ ان سب باتوں کا تجزیہ کرتے رہا کریں۔ مجھ سے بھی غلطیاں ہوتی ہیں۔ تو میرے لیے دعا بھی کیا کریں اور جہاں غلطی ہو مجھے بتا بھی دیا کریں۔ میں بھی ساتھ ساتھ اپنی اصلاح بھی کرتا رہوں۔ اور اس میں آپ کا حصہ بھی ہو۔ میں آپ حضرات کے لیے ہمہ وقت دعا کرتا ہوں اور بہترین خواہش یہ ہوتی ہے کہ خدایا یہ جو چند نفوس تو نے ہمراہ کر دیئے ہیں انہیں سلامتی سے پار لے جانا۔ قانون فطرت ہے۔ اس کی زد میں لوگ آتے رہتے ہیں۔ تو اس میں تو کوئی چاہے کتنے محبوب لوگ ہوتے ہیں جنہیں ہم بیمار بھی دیکھنا برداشت نہیں کرتے۔ وہ مر جاتے ہیں۔ دفن کرنے پڑتے ہیں۔ اب کوئی یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ اسے گھر والے نہیں چاہتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ مر جائے۔ اس لیے ہر شخص کو اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیئے۔ اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہیئے لوگوں کی آوازوں پر مت جائیں۔ اپنے تعلقات اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ درست رکھیں۔ اپنی وفائیں سلسلے کے ساتھ مضبوط رکھیں اور وہ آدمی کیا ہوا جو گھڑی میں جھول جائے۔ آدمی تو بنیان المرصوص ہے خدا نے اپنے بندوں کے لیے استعمال فرمایا ہے۔ لوہے کی دیواریں بنیان المرصوص کہا ہے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے۔ کام کرنے والے! ایسے جیسے لوہے کی دیوار طوفان آئے اور ٹکرا ٹکرا کے جاتے ہیں تو عزم و ہمت کے ساتھ اور حوصلے اور تسلی کے ساتھ ایک دوسرے کا احترام کرنا سیکھیں۔ ہر بڑا اپنے سے چھوٹے سے شفقت کے ساتھ بات کرے اور ہر چھوٹا اپنے سے بڑے کے ساتھ عزت سے بات کرے۔ ایک دوسرے سے محبت کرنا سیکھیں۔ یہ یاد رکھیں برکات نبوی ﷺ کا تقاضا یہ ہے کہ جن دو آدمیوں میں حضور ﷺ کی برکات آتی ہیں ان کے درمیان محبت آجاتی ہے

یہ کمالاتِ نبوی میں سے ہے اپنا جائزہ لیتے رہیں اور فرمایا کنتم اعداءً لوگو تمہارے سب کے دلوں میں دشمنیاں بھری تھیں" فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ میرے نبی ؐ نے دشمنیوں کو نکال کر تمہارے دلوں میں وہاں الفتیں بھر دیں ۔ تو اگر آپس میں محبت نہیں آئے گی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم میں حضورؐ کا پرتو نہیں آرہا ۔ آپؐ کے جمالِ جہاں آرا کی کرنیں نہیں آرہیں ۔ اور اگر آئیں گی تو یقیناً محبت سے لبریز آئیں گی ۔ تو ان سب باتوں کا جائزہ لیتے رہا کریں ۔ میرے سر پر ڈاک کا بوجھ بہت ہوتا ہے ۔ لیکن میں کوشش کرتا ہوں کہ ہر آدمی کو خود ذاتی طور پر جواب دوں ۔ کوئی بات پوچھنا چاہیں تو اس پر کوئی پابندی نہیں ہے ۔ آزادی سے خط لکھیں اور بے تکلف لکھیں ۔ جو بات ذہن میں آگئی ہے جو بات سامنے ! چونکہ باتیں اندر رہیں تو کچی رہتی ہیں اور فساد بنتی ہیں اور کوئی بات یہ اچھی بات ہوتی ہے تجزیہ کرلینا یا پوچھ لینا ۔ یا دوسرے کو بھی صفائی کا موقع دینا یہ اچھی بات ہوتی ہے ۔ کوئی ایسی بات کوئی ایسا معاملہ ہو تو بڑے شوق سے اسے لکھ دیں ۔ پوچھ لیں ۔ ڈسکس کرلیں ۔ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں اور اجتماعی اذکار کا خصوصی اہتمام کرلیں ۔ کم از کم مہینے میں ایک اجتماع ضرور ہونا چاہیے ۔ اس کے ساتھ ساتھ گھروں میں بہت سی مستورات نے بیعت بھی کرلی ہوئی ہے اور اللہ اللہ کرتی بھی ہیں ۔ تو ہمارے پاس یہاں تو بفضل اللہ ایسی بیبیاں بھی ہیں جنہیں علم میں بھی اور عمل میں بھی اللہ نے ایک خاص فوقیت دی ہے تو ان کے اجتماعات کا بھی اہتمام کیا کریں ۔ یہاں ہمارے خان صاحب کی اہلیہ اچھی طرح بیان بھی کرسکتی ہیں ۔ تفسیر بھی حدیث بھی ذکر بھی کرتی ہیں ۔ ایسے لوگوں کا دم غنیمت ہے ۔ بیبیوں کو بچیوں کو ان سے مستفید ہونے کے لیے کوئی نہ کوئی موقعہ مہیا کیا کریں ۔ تاکہ ان کو بھی یہ برکات پہنچتی رہیں اور روزِ محشر مل جل کر کسی سمت جاسکیں ۔ یہ نہ ہو کہ ہم انہیں دیکھتے رہیں یا وہ اس پار چلی جائیں اور ہمارا انتظار کرتی رہیں چونکہ بڑے خاندان بچھڑیں گے ۔ بڑی دوستیاں ٹوٹیں گی ۔ بڑے رشتے منقطع ہوں گے ۔ کوئی کسی سمت جائے گا کوئی کسی سمت جائے گا ۔ لیکن اللہ کے بندوں کے لیے من صلح من آبائہم وازواجہم ہر جنتی نے اپنی کوشش کی ہوگی ۔ دینداری کے لیے اور خود اس کا عمل ساتھ ہوگا تو فرمایا پھر میں خاندانوں کو بکھیروں گا نہیں ۔ کتنے خوش نصیب خاندان ہوں گے جو میدانِ حشر

میں اپنے اہل و عیال اور اپنے والدین اور دوستوں کے ساتھ جہاں نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔ ایک ایک شخص منتشر ہو رہا ہوگا وہاں پر۔ کتنے خوش نصیب لوگ ہوں گے جو ایک دوسرے سے مل جل کر جنت کو پورا خاندان رواں دواں ہوگا۔

اللہ کریم ہمارے گناہوں کو معاف فرمائیں ہماری عاجزانہ کوششوں کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں — توفیق تو اسی کے پاس ہے — بہرحال اجتماعات کا اہتمام کیا کریں اور یہ جو پروگرام چلتے ہیں ہفتہ ہفتہ کے دنوں — نئے ساتھیوں کو بتایا کریں اور پرانے ساتھی اپنا وقت بچایا کریں۔ پروگرام درست کرکے ہر جگہ پروگرام سالانہ موجود ہوتا ہے۔ تو پہلے سے پتہ کرکے کچھ کاموں کو آگے پیچھے کرکے وقت نکالا کریں — اگر سات دنوں کا وقت نہیں ہے تو دو دن نکال لیں۔ تین نکال لیں۔ چار نکال لیں۔ کچھ نہ کچھ تو شمولیت ہو جائے — آدمی کچھ علماً سن سکے اور کچھ عملاً چیز حاصل کر سکے — تو ان سب چیزوں کا اہتمام فرمایا کریں۔ میں بھی نفس اور شیطان کی زد سے باہر نہیں ہوں۔ اور میں اپنی ہمت سے بھی زیادہ خدمت کرتا ہوں آپ لوگوں کی —

آپ پر واجب بنتا ہے۔ فرض بنتا ہے کہ آپ میرے لیے بھی دعا کریں۔ یہ میرا حق بنتا ہے آپ پر کہ میں اپنے کام کاج چھوڑ کر اپنی راتیں آپ کے لیے وقف کرتا ہوں۔ تم اس کے ذریعے مجھے بھی ضرور دعائے خیر میں ضرور شامل کریں۔ اور اس بات پر مطمئن نہ ہو جائیں کہ میں کوئی بالکل کسی ایسے کارنر میں پہنچ گیا ہوں۔ جہاں کوئی خطرہ نہیں بلکہ آپ سب کے خطرات مل کر مجھ اکیلے پر آتے ہیں۔ ایک چیز سب کو جو مصیبت پیش آسکتی ہے وہ مجھ اکیلے پر آتی ہے۔ جتنا آپ پر انفرادی دباؤ ہوتا ہے اتنا سارا جمع ہو کر مجھ پر ہوتا ہے کیونکہ میں کھڑا ایسی جگہ ہوں تو میرے لیے بھی دعا کیا کریں۔ اللہ کریم آپ کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشے۔

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

"ذکرِ الٰہی کے لیے ترکِ دنیا ضروری نہیں — ہاں یہ ضروری ہے کہ غیر اللہ کی محبت دل میں گھسنے نہ پائے —"

(ارشاد: حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ)

بقیہ: اسرار التنزیل

ہیں وعظ کرتے ہیں سنتے ہیں سارے وعظ کو دوسروں کے لیے سمجھتے ہیں۔ دوسروں کو اپنا معاملہ اپنے خدا کے ساتھ کرنے دو۔ میں اور آپ اپنے اپنے دل کا جائزہ لیں ہم اپنے اعمال کو جانچا کریں ہم اپنی فکر کریں جو ہمارے ذہن میں ہے ہمارے ارادے جو ہیں ہم انہیں جانچیں ہمیں چاہیئے ہم اپنا امتحان کرتے رہیں کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں یہ کس لیے کر رہا ہوں اور میرے دل میں کس شئے کی طلب ہے۔ خدا کی خدا کے پیامبرؐ کی یا اپنے آپ کو بڑا بنانے کی۔

خداوندِ عالم ہم سب کو بھی اور حاضر و غائب تمام مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور اس پر استقامت دے۔

واخر دعونا ان الحمد للہ ربّ العلمین

بقیہ: دعوت الی اللہ

ہم کسی پر احسان نہیں کریں گے بلکہ خود اللہ کی بارگاہ میں بھی سرخرو ہوں گے اور دنیوی طور پر بھی اس کے نتائج اور آنے والی نسلوں کے لیے بھی بہترین نتائج چھوڑ کر جائیں گے۔

اللہ کریم ہم سب کو اس کی توفیق ارزاں فرمائے اور مسلمانوں کو پھر سے اپنی یاد میں اور حضورؐ کے اتباع میں لگا دے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

واخر دعوانا عن الحمد للہ ربّ العلمین

"وہ تصوف اور تزکیہ باطن میں شیخ اور سالک کا تعلق بڑا نازک ہے۔ ظاہری علوم میں معاملہ اور قسم کا ہے۔ استاد سے نفرت اور مخالفت کے باوجود آدمی ظاہری علم حاصل کر سکتا ہے۔ مگر اس راہ میں شیخِ کامل میسّر آجائے تو اس کی مخالفت مانع فیض ہی نہیں بلکہ حرام ہے"

(حضرت جی رحمۃ اللہ)

"المرشد" دینی رسالہ ہی نہیں ایک تحریک بھی ہے۔ اس کے ساتھ تعاون آپ کا دینی فریضہ ہے"

(ادارہ)